أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
مِنْ هُمْزِهِ وَنَفْثِهِ وَنَفْجِهِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

نو محرم
یومِ عاشورہ
کا روزہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کا قبول اسلام

ایک تحقیقی جائزہ

ITKS

تالیف:
ابو خبیب امیر حمزہ شاہدروی

فہرست

ابتدائیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الكريم، وعلى آله وأصحابه أجمعين۔

میرے مطالعہ کے دوران یومِ عاشوراء اور اس سے متعلق روایات کے بارے میں مختلف آراء اور تحقیقات سامنے آئیں۔ بالخصوص بعض ایسی روایات جنہیں عوام اور خواص دونوں میں بکثرت بیان کیا جاتا ہے، ان کے متعلق اہلِ علم کے اقوال، محدثین کی آراء اور روایات کے باہمی اختلافات نے اس موضوع کے مزید مطالعہ کی طرف متوجہ کیا۔

ابتداءً یہ محض ذاتی مطالعہ اور فوائد جمع کرنے کی ایک کوشش تھی، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ مختلف مصادر سے جمع شدہ مواد اس قدر بڑھ گیا کہ اسے مرتب شکل میں محفوظ کرنا ضروری محسوس ہوا۔ چنانچہ ان مباحث کو یکجا کر کے اس رسالہ کی صورت دی گئی تاکہ خود میرے لیے اور دیگر اہلِ علم کے لیے مراجعت واستفادہ کا ذریعہ بن سکے۔

اس کتاب کی تالیف کے دوران میری کوشش یہ رہی ہے کہ اصل مصادر سے مراجعت کی جائے، حتی المقدور حوالہ جات کی تحقیق کی جائے، اور مختلف اقوال کو ان کے مآخذ کے ساتھ نقل کیا جائے۔ تاہم بشری کمزوری سے کوئی شخص خالی نہیں، اس لیے اگر اس کتاب میں کوئی لغزش، غلطی یا کوتاہی رہ گئی ہو تو اہلِ علم سے اصلاح اور راہنمائی کی درخواست ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں جس نے اس کام کی توفیق عطا فرمائی، اور اساتذۂ کرام، اہلِ علم اور تمام ان حضرات کا بھی ممنون ہوں جن کی تصنیفات اور تحقیقات سے اس کام میں استفادہ کا موقع ملا۔

اللہ تعالیٰ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اسے نافع بنائے، اور اسے میرے لیے صدقۂ جاریہ کا ذریعہ بنائے۔

وما توفيقي إلا بالله عليه توكلت وإليه أنيب-

مقدمہ

یومِ عاشوراء اور حدیثی تحقیق کی ضرورت:۔

یومِ عاشوراء اسلامی تاریخ اور شعائرِ اسلام میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اس دن کے روزے، اس کی فضیلت، اس کے تاریخی پس منظر، اور اس سے متعلق احکام کے بارے میں متعدد احادیث و آثار منقول ہیں۔ اسی وجہ سے محدثین، فقہاء اور مؤرخین نے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور مختلف جہات سے اس کا جائزہ لیا ہے۔

عاشوراء کے متعلق وارد روایات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں بعض ایسی روایات بھی موجود ہیں جن کے فہم، تطبیق اور ترجیح کے بارے میں اہلِ علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض روایات دسویں محرم کے روزے پر دلالت کرتی ہیں، بعض میں نویں اور دسویں دونوں کا ذکر ملتا ہے، اور بعض میں دسویں اور گیارویں کا، جبکہ بعض روایات کے بارے میں محدثین نے سندی یا متنی مباحث بھی قائم کیے ہیں۔ چنانچہ یہ موضوع محض ایک فقہی مسئلہ نہیں بلکہ حدیث، تاریخ، سیرت اور اصولِ ترجیح سے متعلق ایک جامع علمی بحث کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں خاص طور پر صحیح مسلم کی ایک معروف روایت کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں

روایت کے متن، بالخصوص اس کے راوی، کے متعلق محدثین کے اقوال کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی طرح ان اعتراضات اور جوابات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے جو اس روایت کے بارے میں اہلِ علم کی طرف سے پیش کیے گئے ہیں۔

مزید بر آں اس تحقیق میں بعض ایسے تاریخی مباحث بھی زیرِ بحث آئے ہیں جو اس مسئلہ کے فہم سے تعلق رکھتے ہیں، خصوصاً امیر المؤمنین سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے قبولِ اسلام کے وقت سے متعلق اقوال و روایات کا جائزہ۔

اس میں اختیار کردہ منہج یہ ہے کہ ہر دعویٰ کو حتی المقدور اس کے ماخذ کے ساتھ پیش کیا جائے، مختلف اقوال کو جمع کیا جائے، اور پھر دلائل کی روشنی میں ان کا جائزہ لیا جائے۔ اس تحقیق کا مقصد کسی امام، محدث یا کتاب کی تنقیص نہیں، بلکہ ایک علمی مسئلہ میں اہلِ علم کے اقوال اور دلائل کو یکجا کر کے قاری کے سامنے پیش کرنا ہے تاکہ وہ مسئلہ کی حقیقت کو بہتر طور پر سمجھ سکے۔
مطالعہ کے دوران مختلف وقت میں مختلف ایڈیشن میرے زر مطالعہ رہے ہیں اس لئے صفحات کی نمبرنگ مختلف ایڈیشن کی ہو سکتی ہے۔

میں نے اس تحقیق کی ابتدا علمائے دین کو مد نظر رکھ کر کی تھی اس لیے قاری کو محسوس ہو گا کہ بعض جگہ پر وضاحت نہیں ہے بات کو اسی لیے کھول کر بیان نہیں کیا گیا تھا کہ ایک عالم دین کو اشارے کی ہی ضرورت ہوتی ہے،

مگر جب بعد میں دیکھا کہ یہ عوام کے لیے بھی بہت مفید ہے تب میں نے بعض جگہ پر وضاحت بھی کر دی اور وقت کی قلت کی وجہ سے بعض مقامات ویسے ہی رہ گئے اس کے لیے میں قائرین اکرام سے معذرت خواہ ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو بعد کے ایڈیشنوں میں وضاحت کر دی جائے گی، انشاء اللہ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کوشش کو حق کے موافق بنائے، اس میں موجود لغزشوں کو معاف فرمائے، اور اسے اہلِ علم و تحقیق کے لیے مفید بنائے۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين-

دوسرا:ایڈیشن

حصہ:اول

نومحرم کا روزہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عاشورہ کے روزے کے متعلق علماء اکرام میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ عاشوراء کا روزہ صرف 10 محرم کا ہے بعض کہتے ہیں 9 اور 10 کا ہے بعض کہتے ہیں 10 اور 11 محرم کا ہے بعض کہتے ہیں 9 اور 10 اور 11 تین روزے رکھے اور بعض کا خیال ہے کہ عاشورہ کا روزہ صرف 9 محرم کا ہی ہے۔

آخری قول کے قائل علماء کرام کہ عاشورہ کا روزہ صرف نو محرم کا ہی ہے' وہ اپنے اس موقف پر ایک دلیل پیش کرتے ہیں اس کتاب میں صرف ان کی اسی ایک دلیل کا ہی میں نے تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے' کہ ان کی یہ دلیل کمزور ہے' دو وجہ سے ایک تو اس کا راوی ضعیف ہے' دوسرا اس کا متن بہت سی احادیث کی مخالفت کر رہا ہے ہے۔

بقیہ اقوال کے قائل علماء اکرام کے دلائل کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو میں بعد میں حصہ دوم یا حصہ سوم میں عرض کروں گا۔ انشاء اللہ

وہ دلیل کے طور پر مسلم کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

وحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا غَطَفَانَ بْنَ طَرِيفٍ الْمُرِّيَّ، يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: حِينَ صَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ» قَالَ: فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ، حَتَّى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسلم :2666)

ترجمہ: حسن بن علی حلوانی، ابن ابی مریم، یحییٰ بن ایوب، اسماعیل بن امیہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم فرمایا تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ اس دن کی تو یہودی اور نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں تو رسول ﷺ نے فرمایا کہ جب آئندہ سال آئے گا تو ہم نویں تاریخ کا روزہ رکھیں گے کہا کہ ابھی آئندہ سال نہیں آیا تھا کہ رسول ﷺ وفات پا گئے۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی یحیی بن ایوب غافقی ہے اور وہ ضعیف ہے۔ جس کی تفصیل میں آگے بیان کروں گا۔

اس حدیث کے بارے میں محدثین کی رائے

امام ابن عبد البر نے کہا

والآثارُ عن ابنِ عباسٍ في هذا البابِ مُضْطَرِبَةٌ مُخْتَلِفَةٌ،

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس باب میں وارد آثار متضاد اور مختلف ہیں، (التمہید 7/215)

امام ذہبی نے کہا

هذا من غرائب صحيح مسلم، والذي في أول الباب أصح منه

یہ صحیح مسلم کی غرائب (غریب وشاذ) احادیث میں سے ہے، اور باب کے آغاز میں جو روایت ہے وہ اس سے زیادہ صحیح ہے۔ (المهذب في اختصار السنن الكبير جلد 4، صفحہ 1663)

امام منذری:

امام منذری کی کتاب مختصر مسلم کی تحقیق میں شیخ البانی نے کہا

وهو من الأحاديث التي تركها المصنف ولم يوردها في هذا المختصر –

یہ اُن احادیث میں سے ہے جنہیں مصنف نے ترک کر دیا اور اسے اس (کتاب) المختصر میں ذکر نہیں کیا۔

(البانی مختصر مسلم لمنذری :1/163)

علامہ ابن رشد نے کہا

واختلفوا فيه هل هو التاسع أو العاشر. والسبب في ذلك اختلاف الآثار

اور اس میں اختلاف ہے کہ (عاشوراء کا روزہ) نویں تاریخ ہے یا دسویں، اور اس اختلاف کی وجہ آثار (یعنی احادیث و روایات) کا اختلاف ہے۔ (البدایۃ المجتہد 2/70)

اور اس ضمن میں مسلم کی دو احادیث پیش کیں ہیں،

مسلم حدیث نمبر :2664 اور مسلم حدیث نمبر:2666

ابن دحیہ کلبی: المتوفی:633ھ

ابن دحیہ کلبی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور مسلم کی حدیث نمبر:2664 کو ضعیف قرار دیتے ہوئے کہا

مضطربة ولا يصح مع الاضطراب شيء. ،،، ولذلك أعرض عنه البخاري،

یہ روایت مضطرب ہے، اور اضطراب کے ساتھ کوئی چیز (روایت) صحیح نہیں ہو سکتی، اسی لیے امام بخاری نے اسے ترک کر دیا۔(التوضيح لشرح الجامع الصحيح :13/538 ابن الملقن)

میں کہتا ہوں کہ: امام بخاری نے اسی وجہ سے ان دونوں احادیث کو اپنی صحیح بخاری میں بیان نہیں کیا، یعنی یہ دونوں مضطرب ہیں۔

امام ابن تیمیہ

صحیح مسلم کے بارے میں امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں،

ولهذا كان جمهور ما أنكر على البخاري مما صححه يكون قوله فيه راجحاً على قول من نازعه. بخلاف مسلم بن الحجاج فإنه نوزع في عدة أحاديث مما خرجها وكان الصواب فيها مع من نازعه

جب محدثین نے ان احادیث کے بارے میں اعتراض کیا جنہیں امام بخاری نے صحیح قرار دیا، ان میں اکثر مواقع پر امام بخاری کا قول ان سے اختلاف کرنے والوں کے مقابلے میں راجح ہوتا ہے۔ بخلاف امام مسلم کے، کیونکہ ان کی بیان کردہ کئی احادیث میں ان سے اختلاف کیا گیا، اور ان میں صحیح بات ان کے مخالفین کے ساتھ تھی۔

(التوسل والوسيلة **1/185**)

امام ابن صلاح نے کہا،

امام مسلم کی کتاب میں ایسی احادیث بھی موجودہیں جن کے متن یا سند کے بارے میں اہلِ علم کا اختلاف ہے۔ پس اس کا سبب یا تو امام مسلم سے اس شرط(صحیح)کے اعتبار سے غفلت ہوئی، یا کوئی اور وجہ ہے۔اور میں نے ان احادیث پر استدراک کیا ہے اور ان کی علتیں بیان کی ہیں۔

(شرح مسلم نووی 1/16 النکت للزرکشی 1/177 صیانۃ صحیح مسلم ابن صلاح ص 75)

دوسرا:اس حدیث کے متن میں بھی اختلاف ہے

اس حدیث کا متن دو احادیث کی مخالفت کر رہا ہے،جو کہ عبد اللہ بن عباس سے ہی ہیں۔جو کہ درجہ ذیل ہیں

نمبر:1

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا تو رسول ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اس دن کی کیا وجہ ہے ؟تو وہ کہنے لگے کہ یہ وہ عظیم دن ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات عطا فرمائی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق فرمایا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کا روزہ رکھا اس لئے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، تو رسول ﷺ نے فرمایا کہ ہم زیادہ حق دار ہیں اور تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے قریب ہیں تو رسول ﷺ نے بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اپنے صحابہ رضوان اللہ عنھم اجمعین کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

(مسلم حدیث نمبر :2658)

نمبر:2

حضرت حکم بن اعرج سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اس حال میں کہ وہ زم زم (کے قریب) اپنی چادر سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے تو میں نے ان سے عرض کیا کہ مجھے عاشورے کے روزے کے بارے میں خبر دیجئے انہوں نے فرمایا کہ جب تو محرم کا چاند دیکھے تو گنتا رہ اور نویں تاریخ کے دن کی صبح روزے کی حالت میں کر۔ میں نے عرض کیا کہ کیا محمد رسول ﷺ اسی طرح روزہ رکھتے تھے انہوں نے فرمایا ہاں۔

(مسلم حدیث نمبر :**2664**)

پہلا:اعتراض

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ اس دن کی یہودی اور نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں۔

جب کہ مسلم کی:2658 نمبر حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو پہلے سے ہی پتہ تھا، اور اسی وجہ سے روزہ رکھا۔

دوسرا:اعتراض

اس حدیث میں یہود کے روزہ رکھنے کا پتہ چلنے سے پہلے روزہ رکھنے کا حکم ہے۔

جب کہ مسلم کی:2658 نمبر حدیث کے مطابق یہود کے روزہ رکھنے کا پتہ چلنے کے بعد روزہ رکھنے کا حکم ہے۔

تیسرا:اعتراض

یہ حدیث بتاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا تھا۔

جب کہ دوسری احادیث بتاتی ہیں جو کہ حضرت عائشہ رض، ابن عمر رض، ابن مسعود رض، سے مروی ہیں جن کو میں نے آگے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے اس کا حکم دیا تھا۔

چوتھا:اعتراض

اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ آئندہ سال حیات نہیں رہے یعنی نو محرم کا روزہ رکھا ہی نہیں،

جب کہ مسلم کی:**2664** نمبر حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ عاشورہ کا روزہ نو محرم کو رکھا کرتے تھے۔

پانچواں:اعتراض

اس میں تاریخ کا بھی اختلاف ہے اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخری سال تک روزہ رکھتے رہے، یعنی یہ بات آپ کی وفات سے 61 دن پہلے کی ہے۔

جب کہ مسلم کی:**2658** نمبر حدیث کے مطابق 2 ھجری اور 10 محرم کی بات ہے۔

ہجرت ربیع الاول میں ہوئی تھی۔ اور رمضان کے روزے 2 ھجری کو فرض ہوئے۔

عاشوراہ کے روزہ کی فرضیت 3 ھجری اور 10 محرم کو ترک ہوئی، یہ بات امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی حدیث سے پتہ چلتی ہے۔ جو یہ ہے۔

حمید بن عبد الرحمن بن بیان کیا کہ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے عاشوراء کے دن منبر پر سنا، انہوں نے کہا کہ اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کدھر گئے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ یہ عاشوراء کا دن ہے۔ اس کا روزہ تم پر فرض نہیں ہے لیکن میں روزہ سے ہوں اور اب جس کا جی چاہے روزہ سے رہے۔ اور جس کا جی چاہے نہ رہے۔ (بخاری :2003)

شاید امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی ہو کہ مدینہ والے عاشوراء کے روزے کو فرض سمجھتے ہیں (جیسے متعہ کے منسوخ ہونے کا بعض اصحاب اکرام رضوان اللہ اجمعین کو علم نہ تھا)، تو آپ نے منبر پر یہ تقریر کی، آپ نے یہ حج 44ھ میں کیا تھا۔ یہ ان کی خلافت کا پہلا حج تھا۔ اور اخیر حج ان کا 57ھ میں ہوا تھا۔ حافظ کے خیال کے مطابق یہ تقریر ان کے آخری حج میں تھی۔

اور اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سنہ 3 ھجری اور 10 محرم سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ اور فتح مکہ پر اسلام لانے والی بات غلط ہے۔ میں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے اسلام لانے کے متعلق کتاب کے آخر میں تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے،

دوسری احادیث بتاتی ہیں جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ابن عمر رض رضی اللہ عنہما، ابن مسعود رضی اللہ عنہما، سے مروی ہیں، کہ یہ روزہ رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے فرض تھا پھر اس کی فرضیت ترک کر دی گئی۔ رمضان کے روزے فرض ہونے پر، وہ احادیث یہ ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عاشوراء کے دن زمانہ جاہلیت میں قریش روزہ رکھا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی رکھتے تھے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اس کا لوگوں کو بھی حکم دیا۔ لیکن رمضان کی فرضیت کے بعد آپ نے اس کو ترک کر دیا اور فرمایا کہ اب جس کا جی چاہے اس دن روزہ رکھے اور جس کا نہ چاہے وہ ترک کر دے۔ (بخاری 2002:)

نافع نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے رکھنے کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو ابتداء اسلام میں حکم دیا تھا، جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو عاشورہ کا روزہ ترک کر دیا گیا، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عاشورہ کے دن روزہ نہیں رکھتے تھے مگر جب ان کے روزے کا دن ہی یوم عاشورہ آن پڑتا۔ (یعنی نفلی روزے رکھتے رکھتے) (بخاری 1892:)

عبد الرحمٰن بن یزید نے کہا: اشعث بن قیس، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ ناشتہ کرتے تھے صبح کو تو کہا انہوں نے کہ اے ابو محمد! (اشعث بن قیس) آؤ ناشتہ کرو، تو انہوں نے کہا کہ آج عاشورے کا دن نہیں ہے؟ تو عبد اللہ نے کہا کہ تم جانتے ہو عاشورے کا دن کیسا ہے؟ تو اشعث نے کہا: وہ کیسا دن ہے؟ تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ اس دن روزہ رکھتے قبل رمضان فرض ہونے کے پھر جب رمضان کی فرضیت اتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روزہ کو ترک کر دیا۔ (مسلم **2648:**)

چھٹا:اعتراض

یہ حدیث اس حدیث کے بھی خلاف ہے جس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں بیان کیا،

أخبرنا عمر بن محمد الهمداني، قال: حدثنا محمد بن إشكاب، قال: حدثنا عمر بن حفص بن غياث، قال: حدثنا أبي، عن أبي عميس، عن قيس بن مسلم، عن طارق بن شهاب، عن أبي موسى، قال: كانت يهود تتخذ يوم عاشوراء عيدا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «خالفوهم، صوموا أنتم»

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: یہود عاشوراء کے دن کو عید کے طور پر مناتے تھے، تو رسول ﷺ نے فرمایا: "ان کی مخالفت کرو، تم لوگ اس دن روزہ رکھو۔(صحیح ابن حبان : 3627 – شعیب الأرنؤوط: نے کہا کہ اس کی سند بخاری کی شرط پر صحیح ہے)

اس حدیث میں مخالفت کی وجہ عید کو بنایا، نہ کہ روزہ کو،

جیسے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے،

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ عام دنوں کی نسبت ہفتہ اور اتوار کے دن کثرت کے ساتھ روزے رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ مشرکین کی عید کے دن ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ ان کے مخالفت کروں۔ (مسند احمد :26750)

ابن قطان، ابن تیمیہ، ابن قیم، وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

اور معلوم ہونا چاہیے کہ عید کو روزہ نہیں ہوتا،

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو دنوں کے روزوں سے منع فرمایا ایک قربانی کے دن اور دوسرا عید الفطر کے دن۔(مسلم :2672)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور قربانی کے دنوں کے روزوں کی ممانعت کی تھی۔(بخاری :1991)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"یوم عرفہ یوم النحر اور ایام تشریق ہم اہل اسلام کی عید کے دن ہیں، اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں"۔(ابو داؤد :2419) حدیث صحیح

ساتواں:اعتراض

یہ حدیث بتاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخری عمر تک عاشوراء کا روزہ رکھتے رہے،

جب کہ کسی صحیح حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرضیت کے ترک کے بعد عاشوراء کا روزہ رکھا ہو۔

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا حکم فرماتے تھے اور ہمیں اس پر آمادہ کرتے تھے اور اس کا اہتمام کرتے تھے تو جب رمضان کے روزے فرض کر دیئے

گئے تو پھر آپ ﷺ نہ ہمیں اس کا حکم فرماتے اور نہ اس سے منع فرماتے اور نہ ہی اسکا اہتمام فرماتے۔(مسلم :2652)

دوسری حدیث

عائشة قالت: «ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم صائما العشر قط»

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دس (عاشوراء) میں کبھی روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا

۔ (ابوداؤد : 2439 – ابن ماجہ: 1729 – مسلم : 2789– 2790)

یعنی ترک فرضیت کے بعد یہ روزہ رکھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ، یہ روزہ نہیں رکھا کرتے تھے۔ جب کہ کوئی عذر بھی نہ تھا نفلی روزے تو وہ رکھ ہی رہے تھے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم کی احادیث پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

(بخاری :1892 مسلم :2648)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحابہ اکرام آپ ﷺ کی ترک سنت پر عمل کرتے رہے۔(باوجود اس روزہ کے مستحب ہونے کے) میں اس کی مثالیں بھی پیش کرتا ہوں۔

صحابہ اکرام میں جذبہ اتباع رسول اللہ ﷺ کی مثالیں

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر عمل کیا کرتے تھے، سفر میں بلاضرورت لیٹ جاتے، بغیر ضرورت کے رفعِ حاجت کے لیے بیٹھ جاتے، پوچھنے پر جواب دیتے کہ رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔(مسند احمد 9/191)

انس بن سیرین رحمہ اللہ کہتے کہ میں میدان عرفات میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا جب وہ روانہ ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا وہ امام کے پاس پہنچے اور اس کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی پڑھی پھر اس کے ساتھ وقوف کیا میں اور میرے کچھ ساتھی بھی ان کے ساتھ شریک تھے یہاں تک کہ جب امام روانہ ہوا تو ہم بھی اس کے ساتھ روانہ ہو گئے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جب ایک تنگ راستے پر پہنچے تو انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا ہم نے بھی اپنی اونٹنیوں کو بٹھالیا ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ نماز پڑھنا چاہتے ہیں لیکن ان کے غلام نے "جو ان کی سواری کو تھامے ہوئے تھا" بتایا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز نہیں پڑھنا چاہتے دراصل انہیں یہ بات یاد آگئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اس جگہ پر پہنچے تھے تو قضاء حاجت فرمائی تھی اس لئے ان کی خواہش یہ ہے کہ اس سنت کو بھی پورا کرتے ہوئے قضاء حاجت کر لیں۔(مسند احمد حدیث: 6151:حکم دار السلام: إسناده صحيح)

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر میں تھے ایک جگہ سے گزرتے گزرتے انہوں نے راستہ بدل لیا، ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا تھا اس لئے میں نے بھی ایسا ہی کر لیا۔

(مسند احمد/ مسند المکثرين من الصحابة/ حديث: 4870 – حکم دارالسلام: إسناده صحيح، م: 559)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک درخت کے پاس آیا کرتے تو اس کے نیچے قیلولہ (دوپہر کو سونا، آرام کرنا) کیا کرتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی (اس درخت کے نیچے) ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

امام منذری نے فرمایا، اسے امام طبرانی اور بزار نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 4 / 198، الرقم : 3968، والمنذري في الترغيب والترهيب، 1 / 43، الرقم : 75، والهيثمي في مجمع الزوائد، 1 / 175، وقال : رواه البزار ورجاله موثقون)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ

جن جن مقامات پر رسول اللہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالت سفر و حضر میں نمازیں پڑھیں تھیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان مقامات کو تلاش کر کے نمازیں پڑھتے، اور جہاں رسول اللہ نے اپنی سواری کا رخ پھیرا ہوتا وہاں قصداً آپ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی صحابی نے بھی کسر نہیں چھوڑی مگر جو جذبہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ملا قابل رشک ہے کہ انکے بارے میں معروف تابعی انکے آزاد کردہ غلام حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لو رأیت ابن عمر یتبع آثار رسول اللہ لقلت هذا مجنون، اگر تم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ لیتے تو کہہ اٹھتے کہ یہ مجنون ہے۔(مستدرك للحاكم، باب معرفة اصحاب ۵،561/3)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی آتا ہے کے یہ سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی مشابہت اختیار فرماتے تھے، حتیٰ کہ گھر کے معاملات معلوم کرنے کے لیے اپنی والدہ کو رسول اللہ ﷺ گھر بھیجا کرتے تھے۔(الابالہ328)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں عبد الرحمن بن زید نخعی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا مجھے ایسے شخص کی نشاندھی کیجئے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے طور طریقوں میں زیادہ قریب ہو، تاکہ میں ان سے ملاقات کر کے علم حاصل کروں اور احادیث کی سماعت کروں۔ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چال ڈھال میں اور وضع قطع میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ قریب تھے۔(بخاری:3762)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

حضرت اسود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ میں سے کسی کو عاشوراء کے روزے کا حکم دیتے ہوئے نہیں دیکھا۔(مصنف ابن ابی شیبہ:9452)

حافظ ابن حجر نے کہا، إسنادہ صحیح (المطالب العالیۃ 292/1)

جناب علی بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر تھا کہ سوار ہونے کے لیے آپ کے سامنے سواری لائی گئی۔ آپ نے جب اپنا پاؤں رکاب میں ڈال لیا تو کہا: «بسم اللہ» پھر جب ٹھیک طرح سے اس پر بیٹھ گئے تو کہا: «الحمد اللہ» پھر کہا: «سبحان الذي سخر لنا ھذا و کنا لہ مقرنین, و إنا إلی ربنا لمنقلبون» پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے تابع کیا اور ہم از خود اس کو اپنا تابع نہ بنا سکتے تھے اور بلاشبہ ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔ پھر کہا: «الحمد اللہ» تین بار۔ پھر کہا: «اللہ اکبر» تین بار۔ پھر کہا: «سبحانک إني ظلمت نفسي فاغفر لي فإنہ لا یغفر الذنوب إلا أنت» ”اے اللہ ! تو پاک ہے میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے تو مجھے معاف فردے‘ بلاشبہ تیرے سوا اور کوئی نہیں جو گناہوں کو بخش سکے۔“ پھر آپ ہنسے ، آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: امیر المؤمنین! آپ کس بات پر ہنسے ہیں؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کیا تھا جیسے کہ میں نے کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے (بھی) تھے‘ تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا: اے اللہ کے رسول! آپ کس بات پر ہنسے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” بلاشبہ تیرے رب کو اپنے بندے پر تعجب آتا ہے جب وہ کہتا ہے (الہی!) میرے گناہ بخش دے‘ بندہ جانتا ہے کہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی بخش نہیں سکتا۔(ابو داؤد:2602 حدیث صحیح)

حضرت عبدالرحمن بن قاسم فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عاشوراء کا روزہ نہ رکھا کرتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:9463 منقطع)

ابن شہاب زہری نے فرمایا کہ صحابہ اکرم رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری عمل کی پیروی کرتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری عمل کو ناسخ قرار دیتے تھے۔(مسلم :2607)

جب کہ اس کے علاوہ اور نفلی روزے رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالاتفاق ثابت ہیں،

ترک فرضیت اللہ کی رخصت ہے

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اپنی رخصتوں پر عمل کرنے کو اسی طرح پسند کرتا ہے جیسے اپنی نافرمانی کو ناپسند کرتا ہے۔

(مسند احمد/ مسند المكثرين من الصحابة/ حديث: 5866 حكم دارالسلام: حديث صحيح)

شاید اسی وجہ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عاشوراء کا روزہ نہیں رکھا کرتے تھے۔واللہ اعلم

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے تو آپ نے ایک جگہ لوگوں کا ہجوم دیکھا کہ ایک شخص پر لوگوں نے سایہ کر رکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے کہا: روزہ دار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے“۔ اور مسلم کی ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں: **اللہ نے جو تمہیں رخصت دی ہے اس پر عمل کرو۔**(بخاری:1946 مسلم:2612)

آٹھواں اعتراض:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ (البقرة 184)

پس تم میں سے جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں یہ (روزوں) کی تعداد پوری کرے۔

سنہ 11 ھجری محرم کو آپ ﷺ بیمار ہو گئے تھے 26 صفر کو آپ ﷺ کی بیماری سے کسی قدر افاقہ محسوس ہوا ۔ (تاریخ اسلام اکبر نجیب آبادی :1/279)

یحیی بن أیوب الغافقي

اب ہم جائزہ لیتے ہیں یحیی بن ایوب الغافقی کا جو کہ راوی ہے مسلم کی اس حدیث کا،

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تھذیب التھذیب میں اس کے ترجمہ میں کہا،

احمد بن حنبل:- سيء الحفظ-يخطيء خطأ كثيرا- أنكر حديثه

وہ خراب حافظے والا ہے، بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے، اس کی حدیث منکر (مردود) ہے۔

ابن معین:-صالح وقال مرة ثقة

ابو حاتم:- محل يحيى الصدق يكتب حديثه ولا يحتج به

اس کا مقام سچائی کا ہے، اس کی حدیث لکھی جائے گی، لیکن اس سے حجت قائم نہیں کی جائے گی۔

ابو داؤد – صالح

نسائی:- ليس به بأس وقال مرة: ليس بالقوي۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ قوی نہیں تھا۔

ابن حبان: - الثقات

ابن یونس مصری:- ابن یونس مصری کی مکمل عبارت میں آگے وضاحت میں بیان کروں گا،

ابن سعد:- منكر الحديث

دار قطنی:- في بعض حديثه اضطراب ومن مناكيره عن بن جريج۔۔۔

اس کی بعض احادیث میں اضطراب پایا جاتا ہے، اور اس کی منکر روایات میں سے ایک روایت یہ ہے: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل کی ہے کہ: 'اور اگر وہ (گھی) مائع (پتلا) ہو، تو تم اس سے فائدہ اٹھالو۔

بخاری:- ثقة۔ اس کی وضاحت میں نے آگے بیان کی ہے۔

یعقوب بن سفیان: -ثقة حافظا

اسماعیلی:-لایحتج بہ

ابوزرعہ دمشقی:- أحمد بن صالح کان یحیی بن أیوب۔۔۔ربما خل في حفظه

احمد بن صالح نے کہا، یحیٰی بن ایوب اہلِ بصرہ کے معزز اور نمایاں لوگوں میں سے تھے، البتہ کبھی کبھار ان کے حافظے میں خلل واقع ہو جاتا تھا۔

ابن شاھین:-الثقات

ابن شاھین نے اس کو ثقات میں ذکر کر کے کہا، احمد بن صالح نے کہا: اس کی بعض ایسی روایات ہیں جن میں وہ دوسروں کے خلاف روایت کرتا ہے۔

ابراھیم حربی :- ثقة

ساجی:-صدوق یھم

ابو احمد حاکم کرابیسی:-إذا حدث من حفظه يخطیء وما حدث من كتاب فلیس بہ بأس

جب وہ اپنے حافظے سے حدیث بیان کرے تو غلطی کرتا ہے، اور جو کچھ وہ اپنی کتاب سے بیان کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

ابو جعفر عقیلی- في الضعفاء۔ انہوں نے اس کو ضعیف راویوں شمار کیا ہے۔

ابن عدی- عندي صدوق لا بأس به.

ابن عدی نے کہا، جب یہ ثقہ سے روایت کرے تب میں نہیں جانتا کہ اس کی کوئی حدیث منکر ہو، میرے نزدیک یہ صدوق ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

کلام ختم ہوا

حافظ مغلطائی کی کتاب، إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال، میں جو اضافہ ہے تھذیب التھذیب پر وہ یہ ہے، حافظ مغلطائی نے،، إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال، میں اس راوی کے ترجمہ میں کہا،

عبد الحق اشبیلی :- لا یحتج بہ۔ اس سے حجت نہیں پکڑی جاتی۔

ابن قطان فاسی :- لا یحتج بہ لسوء حفظہ۔ اس کے حافظے کی کمزوری کی وجہ سے اس کی روایت کو حجت نہیں بنایا جاتا۔

ابو بکر اسماعیلی :- لیس من شرط بخاری. یہ بخاری کی شرط پر نہیں تھا۔

امام مالک :-کذب۔ امام مالک کی مکمل عبارت میں آگے وضاحت میں بیان کروں گا،

امام احمد بن حنبل: -وکان یحدث من حفظه، وکان لا بأس به، وکأنه ذکر الوهم في حفظه.

امام احمد کی مکمل عبارت میں آگے وضاحت میں بیان کروں گا،

محمد بن احمد القیروانی :-إنما ضعف من أجل حفظه فقط۔ اسے صرف اس کے حافظے کی کمزوری کی وجہ سے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

ابن معین: - ثقة ثقة عابد.

ابو احمد حاکم - لیس بالحافظ عندهم .- میرے نزدیک یہ حافظ نہیں ہے۔

ابن حزم -کان ضعیفا

کلام ختم ہوا

اوران اقوال میں میں نے جو اضافہ کیا ہے ابن حجر اور مغلطائی پر (صرف ابن حجر کے زمانہ تک کے علماء کے اقوال کو میں نے جمع کیا ہے، جن محدثین کا پہلے ذکر ہو چکا ہے انہوں نے مزید اس راوی پر کلام کیا تھا جو کہ ان دونوں کی کتابوں میں موجود نہیں تھا،) وہ یہ ہیں،

1-**ابن معین:** عن حدیث یحیی بن أیوب ھذا؟ فقال: إسناد مظلم. «تاریخہ» 2/2/616

2-**طبری:** صدوق ربما اخطاء-(المعجم الصغیر الرواہ:4942)

3-**حاکم:** ثقہ-(مستدرک:291)

4-**دار قطنی:** ثقہ ومرۃ اختلف فیہ اختلافا کثیرا-(سنن دار قطنی:2213 والعلل سنن دار قطنی:765)

5- **ابوزرعہ الرازی:** أشبہ واہ-(سؤالات البرذعي:2/ 419-واھی الحدیث-بشار عواد)

6-**ابن بکیر:** لیس بذاک القوی-(سؤالات دار قطنی 27)

7- **ابن قطان الفاسی:** یضعف، ومرۃ لا یحتج بہ ومرۃ لسوء حفظہ، ومرۃ قد عیب علی مسلم اخراجہ-(بیان الوھم والإیھام 3/264 - 36 -81 -و4/150)

ابن قطان نے کہا یہ راوی ضعیف ہے اور کہا مختلف فیہ ہے، اور وہ ان راویوں میں سے ہیں جن کی حدیث کو صحیح مسلم میں لانے پر امام مسلم پر اعتراض کیا گیا ہے۔ اور کہا اگر یحیٰ بن ایوب اور اس کے حافظے کی کمزوری نہ ہوتی تو ہم کہتے کہ یہ حدیث صحیح ہے، لیکن اس کے حافظے کی کمزوری کی وجہ سے ممکن ہے کہ جس سے اس نے یہ حدیث لی، اسے ٹھیک طرح محفوظ نہ رکھ سکا ہو،

8- ابن الملقن: لا یحتج بہ-(البدر المنیر:4/335)

9- ابن منذر: قد تکلم فی حدیثہ-(اوسط ابن منذر:9689)

10- احمد بن حنبل: صالح، ومرة ضعیف، ومرة خطأفاحش- (جامع العلوم احمد:2833)

11- ابن جوزی: ضعیف-(الضعفاء والمتروکون

12- قاسم بن قطلوبغا: وفیہ مقال-(التعریف والإخبار:699)

13- محمد بن یحیی النیسابوري: لیس بالقوي- (التمهيد لما في الموطأ :9/50)

14- ابن عبد البر: صالح، لیس بذاک القوي-(التمہید والاستذکار

15- ابن قیم: ضعیف- (تهذيب سنن أبي داود : 2150)

16- ابن تیمیہ: ثقہ- (اقتضاء الصراط المستقیم:1/345)

17- نووی: ثقہ- (المجموع شرح المھذب:12/110)

18- منذری: وضاحت آگے بیان کی ہے۔

19- ابن رسلان: لیس بالقوي۔(شرح سنن أبي داود:2445)

20- أبو بشر الدولابي: لیس بذاک القوي۔(تاریخ الإسلام:10/509)

21- حافظ البزار: ثقہ - (مسند البزار9/ 10ح3509)

22- العجلی: ثقہ - (تاریخ الثقات ص268)

23- دار قطنی: حدیثہ شيءیقارب - (سؤالات أبي عبد اللہ بن بکیر ص40)

24- امام نسائی: لیس ممن یعتمد علیہ وعندہ غیر حدیث منکر - أحادیث مناکیر، ولیس ھو بذاک القوي في الحدیث - وہ ان لوگوں میں سے نہیں جن پر اعتماد کیا جائے، اور اس کے پاس ایک سے زیادہ منکر احادیث ہیں، اس کی بعض روایات منکر ہیں، اور وہ حدیث میں اتنا مضبوط نہیں ہے۔(السنن الکبر للنسائی:3295–10125)

25-امام ذھبی: أحد العلماء، صالح الحديث ومرة: له غرائب ومناكير ، يتجنبها أرباب الصحاح ، وينقون حديثه ، وهو حسن الحديث ، (تاريخ اسلام و سير أعلام النبلاء 7/120)

ذكره في "المغني في الضعفاء"، وذكر فيه كلام الأئمة فيه من الجرح (المغني في الضعفاء :6931)

26 – **حافظ ابن حجر نے کہا :** یحییٰ بن ایوب غافقی ابو العباس مصری صدوق تھے، البتہ کبھی کبھار غلطی کر جاتے تھے۔ ایک اور جگہ کہا، وہ صدوق تھے، لیکن ان سے بہت وہم واقع ہوئے ہیں۔ ایک اور جگہ کہا، ان کے بارے میں کلام پایا جاتا ہے۔ ایک اور جگہ کہا، ان کی حدیث میں کچھ کمزوری ہے، اور بخاری و مسلم نے ان کی روایات میں سے صرف تھوڑی سی وہ روایات لی ہیں جن میں ان کی متابعت موجود تھی۔ ایک اور جگہ کہا، امام بخاری نے حمید الطویل سے ان کی روایت کردہ چند احادیث میں ان کو بطورِ شاہد ذکر کیا ہے۔

(تقریب-الخبر 155 / 1 – فتح الباری 370 / 3 – المھرۃ 19 / 7- الھدیٰ 351)

بعض اقوال کے بارے میں میری وضاحتیں

امام بخاری

ابن حجر نے امام بخاری سے اس کا ثقہ ہونا نقل کیا ہے یہ مجھ کو نہیں ملی اس میں ابن حجر کا وہم ہے اصل صدوق

امام ترمذی نے کہا، میں نے امام بخاری سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا کہ، یحییٰ بن ایوب نے، عبد اللہ بن ابی بکر سے، وہ محمد بن مسلم بن شهاب الزهري سے، وہ سالم بن عبد اللہ سے، وہ اپنے والد عبد اللہ بن عمر سے، وہ حفصة بنت عمر سے، نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ،

«جس شخص نے فجر سے پہلے روزے کی نیت پختہ نہ کی، اس کا روزہ نہیں۔»

توامام بخاری نے فرمایا، سالم نے، اپنے والد سے وہ، حفصہ رضی اللہ عنہ سے وہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے۔ اس حدیث کو مرفوع بیان کرنا خطا ہے، اور یہ حدیث مضطرب ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔ اور یحیٰی بن ایوب صدوق ہیں۔ (العلل کبیر ترمذی :202)

اس کی مزید تفصیل آگے ماہر یسین مغل کی دوسری حدیث کے تحت ہے۔

امام بخاری نے یحیٰی بن اَیوب کی خطاء بیان کر کے اس کو صدوق کہا، یعنی صدوق یخطیٔ۔

یحیٰی بن ایوب کی ایک حدیث کے بارے میں امام بخاری نے تاریخ کبیر میں کہا، اسناہ فیہ نظر۔

العلل کبیر کتاب امام ترمذی سے ثابت نہیں۔ کیونکہ اس کتاب کی روایت میں ابو حامد التاجر، راوی مجہول ہے کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اپنی کتاب انوار البدر (سینے پر ہاتھ باندھیں) ص322 پر اس کی توثیق بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو کہ کیئے وجہ سے باطل و مردود ہے، جس کو اہل علم جانتے ہیں۔ طوالت سے بچتے ہوئے بات کی

لٰہذیہ قول امام بخاری سے ثابت نہیں ہوا۔ امام بخاری نے یحیٰی بن ایوب سے اصول میں کوئی روایت نہیں لی۔

ابن قیم

قال البخاري: في إسناد هذا الحديث نظر. ووجه قوله أن أبا وهب والضحاك مجهولٌ حالُهما، وفيه يحيى بن أيوب، ضعيف۔ (تهذيب سنن أبي داود : 2150)

بخاری نے کہا: اس حدیث کے اسناد میں نظر ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابو وہب اور ضحاک دونوں کی حالت (یعنی ان کی اعتبار کے بارے میں معلومات) مجہول ہے، اور اس میں یحیٰ بن ایوب بھی ہے، جو کہ ضعیف ہے۔

امام احمد بن حنبل

قال الخلال: أخبرنا زكريا بن يحيى: نا أبو طالب، أنه سأل أبا عبد الله عن حديث ابن المبارك، عن يحيى بن أيوب، عن عبيد الله بن زَحْر، عن علي بن يزيد، عن القاسم، عن أبي أمامة قال: نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن شرى المُغنِّيَّات؟ قال: يحيى بن أيوب ضعيف، كان يخطئ كثيراً

امام احمد نے کہا، یحیٰ بن ایوب ضعیف ہیں، وہ بہت زیادہ غلطیاں کیا کرتے تھے۔

المنتخب من العلل للخلال (ابن قدامہ) ص 104/ 43 – سنده صحيح

وحدثنا الخضر بن داود قال: حدثنا أحمد بن محمد قال: سمعت أبا عبد الله، وذكر يحيى بن أيوب المصري , فقال: كان يحدث من حفظه , وكان لا بأس به , وكأنه ذكر الوهم في حفظه

(عقيلى الضعفاء : 2011)

اس قول کی سند میں، الخضر بن داود، ہے اس کے حالات مجھ کو نہیں مل سکے اس کا صحیح معنی ابن رجب نے سمجھایا، شرح العلل ترمذی میں، یعنی جب کتاب سے بیان کرے تو پھر، لاباس بہ، ہے۔

وقد حدث يحيى من حفظه عن يحيى بن سعيد عن عروة عن عائشة في قراءة النبي صلى الله عليه وسلم في الوتر. فقال أحمد: من يحتمل هذا؟ يعني أنه خطأ فاحش

اور یحییٰ (بن ایوب) نے اپنے حافظے سے یحییٰ بن سعید، ان سے عروہ، ان سے عائشہؓ کے واسطے سے نبی ﷺ کی وتر میں قراءت کے بارے میں ایک حدیث بیان کی۔ تو امام احمد نے فرمایا اس کو کون برداشت کر سکتا ہے۔

(شرح علل الترمذي 2/ 766)

امام مالک

حدثنا محمد بن إسماعيل (الصائغ) قال: حدثنا عمرو بن علي (الفلاس) قال: سمعت ابن أبي مريم (سعيد بن الحكم ابن أبي مريم) قال: حدثت مالكا بحديث حدثنا به يحيى بن أيوب عنه , فسألته عنه , فقال: كذب , وحدثته بآخر , عنه فقال: كذب.

عمرو بن علی الفلاس نے کہا: میں نے سعید بن الحکم بن ابی مریم کو کہتے ہوئے سنا، کہ میں نے امام مالک کے سامنے ایک حدیث پیش کی، جو ہمیں یحییٰ بن ایوب نے امام مالک سے بیان کی تھی۔ میں نے امام مالک سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا، یہ جھوٹ ہے۔ پھر میں نے ان کے سامنے ایک دوسری حدیث پیش کی، وہ بھی (یحییٰ بن ایوب نے) انہی سے روایت کی تھی، تو انہوں نے فرمایا یہ جھوٹ ہے۔ (عقیلی الضعفاء: 2011 اسنادہ صحیح)

ابن یونس مصری

ابو سعید بن یونس نے کہا کہ یحییٰ بن ایوب علم کے طلب کرنے والوں میں سے ایک تھے۔ مکہ، مدینہ، شام، مصر اور عراق کے اہل علم سے روایت کی، اور ان سے غیر مصریوں نے ایسے احادیث روایت کیں جو مصر میں یحییٰ بن ایوب سے منقول نہیں ہیں۔

پس، ان سے یحیٰ بن اسحاق السالحینی نے یزید بن ابی حبیب کے واسطے سے ربیعہ بن لقیط سے، ابن حوالہ سے یہ حدیث روایت کی

جو شخص تین چیزوں سے بچ گیا...

تو یہ روایت مصر میں یحییٰ بن ایوب کی روایت سے معروف نہیں ہے۔

اسی طرح انہوں نے یزید سے، ابن شماسہ کے واسطے سے، زید بن ثابت سے مرفوعاً یہ حدیث روایت کی

"طوبیٰ ہو شام کے لیے"

تو یہ بھی مصر میں یحیٰ کی روایت سے معروف نہیں۔

اور جریر بن حازم کی وہ احادیث جو انہوں نے یحیٰ بن ایوب سے روایت کی ہیں، ان میں سے بھی کوئی حدیث مصریوں کے پاس معروف نہیں ہے، اور میرے نزدیک وہ ابن لہیعہ کی احادیث سے مشابہت رکھتی ہیں، واللہ اعلم۔

اور زید بن حباب نے یحیٰ بن ایوب سے، انہوں نے عیاش بن عباس سے، انہوں نے ابو الحصین سے یہ حدیث روایت کی

ابو ریحانہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گودنے (وشم) اور گودوانے سے منع فرمایا۔

تو یہ حدیث بھی مصر میں یحیٰ بن ایوب کی روایت سے معروف نہیں، بلکہ یہ حدیث ابن لہیعہ، مفضل، حَیوۃ اور عبد اللہ بن سوید نے عیاش بن عباس سے روایت کی ہے۔ (تھذیب الکمال مزی تحت ترجمہ راوی)

ابن عبدالبر

ایک ہی حدیث کے تحت پہلے کہا

مدار حديث صالح بن كيسان ويحيى بن سعيد على يحيى بن أيوب وهو صالح

صالح بن کیسان اور یحیٰ بن سعید انصاری کی روایت کا مدار یحیٰ بن اَیوب پر ہے، اور وہ صالح ہے۔

(التمهيد لما في الموطأ :12/67)

بعد میں کہا

مدار حديث صالح بن كيسان ويحيى بن سعيد الأنصاري على يحيى بن أيوب وليس بذاك القوي

صالح بن کیسان اور یحیٰ بن سعید انصاری کی روایت کا مدار یحیٰ بن اَیوب پر ہے، اور وہ اتنے قوی (مضبوط) راوی نہیں ہیں۔(استذکار : 3/354)

محمد بن يحيى النيسابوري

إلا من رواية يحيى بن أيوب عن عقيل ومن رواية بقية عن الزبيدي ويحيى وبقية ليسا بالقويين

(التمهيد لما في الموطأ :9/50)

تووہ صرف یحییٰ بن اَیوب عن عقیل اور بقیہ بن الولید عن الزبیدي کی روایتوں میں آتا ہے، اور یحییٰ اور بقیہ دونوں قوی راوی نہیں ہیں۔

امام منذری

يحيى بن أَيُّوب الغافقي هَذَا ثِقَة احْتج بِهِ الشَّيْخَانِ وَغَيرهمَا وَلَا يلْتَفت إِلَى من شَذَّ فِيهِ

یحییٰ بن ایوب غافقی ایک ثقہ راوی ہیں۔ شیخین (بخاری اور مسلم) اور دیگر ائمہ نے ان کی روایات کو دلیل کے طور پر قبول کیا۔ جو کوئی ان کے بارے میں خلاف رائے رکھتا ہو یا شاذ رائے دے، اس کی طرف توجہ نہ دی جائے۔

وَفِي إِسْنَاده يحيى بن أَيُّوب وَهُوَ الغافقي الْمصْرِيّ احْتج بِهِ البُخَارِيّ وَمُسلم وَغَيرهمَا وَله مَنَاكِير وَقَالَ أَبُو حَاتِم لَا يحْتَج بِهِ وَقَالَ أَحْمد سيء الْحِفْظ وَقَالَ النَّسَائِيّ لَيْسَ بِالْقَوِيّ ۔

اور اس کی سند میں یحییٰ بن اَیّوب ہے، اور وہ الغافقی المصری ہے، امام بخاری، مسلم اور دیگر (محدثین) نے اس سے روایت لی ہے، اس کی بعض احادیث میں مناکیر بھی ہیں، امام ابو حاتم نے کہا: اس سے احتجاج نہیں کیا جاتا، امام احمد نے کہا: وہ خراب حافظے والا ہے، امام نسائی نے کہا: وہ قوی (مضبوط) نہیں ہے۔(الترغيب والترهيب :5417)

وهو من الأحاديث التي تركها المصنف ولم يوردها في هذا المختصر ۔(البانی مختصر مسلم لمنذری (1/163:

یہ اُن احادیث میں سے ہے جنہیں مصنف نے ترک کر دیا اور اسے اس (کتاب) المختصر میں ذکر نہیں کیا

کلام ختم ہوا

میں کہتا ہوں کہ:

یحیی بن ایوب غافقی پر جمہور محدثین نے جراح کی ہے، اور توثیق کرنے والوں میں سے زیادہ تر محدثین کا تعلق متساہلین سے ہے۔ ان جمہور محدثین کی واضح جراح کے مقابلہ میں توثیق ضمنی پیش کرنا مردود ہے۔

چند اقوال معاصرین و زمانہ کریب علماء کے

عبد الرحمن المعلمی الیمانی

يحيى بن أيوب الغافقي صدوق يخطئ لا يحتجّ بما ينفرد به

یحییٰ بن اَیوب الغافقي ہے، جو "صدوق ہے مگر غلطی کرتا ہے، اور جس روایت میں وہ منفرد ہو، اس سے حجت نہیں لی جاتی۔ (التعليق على الأربعين في التصوف **15/375**)

علامہ ناصر الدین البانی

شیخ البانی: نے کہا یحییٰ بن اَیوب الغافقی کی بات کریں تو وہ اپنی ذات میں ثقہ ہے، بس اس کے حفظ میں ہلکی سی کمزوری ہے، مگر اتنی نہیں کہ اس کی حدیث کو حجت کے درجے سے نیچے لے آئے۔ اسی بنیاد پر ان محدثین نے اس کی حدیث سے استدلال کیا ہے: (سلسلہ صحیحہ 503)

شیخ ماہر لیس مفحل کہتے ہیں،

میں نے اس راوی کی احادیث کی تحقیق کی تو کئی ایسی احادیث ملیں جن میں یحیٰی بن ایوب غافقی نے غلطی کی یا ان کے بارے میں اختلاف کیا گیا، اور وہ یہ ہیں

پہلی حدیث

جو طحاوی نے "شرح المعانی" (406/1) اور "شرح المشکل" (5649) میں، اور بیہقی نے "دلائل النبوۃ" (192/7) میں سعید بن ابی مریم کے طریق سے بیان کی، جنہوں نے کہا: ہمیں یحیٰی بن ایوب نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے حمید نے حدیث سنائی، انہوں نے کہا: مجھے ثابت بنانی نے حدیث سنائی، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے ایک ہی کپڑے (یعنی ایک چادر) میں نماز پڑھی، جس کے دونوں کناروں کو آپس میں مخالف سمتوں میں ڈال رکھا تھا، اور یہ وہ آخری نماز تھی جو آپ ﷺ نے ادا فرمائی۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں یحیٰی بن ایوب کے ساتھ اختلاف کیا گیا ہے۔

اسے امام احمد (159/3)، نسائی (79/2)، اور "الکبریٰ" (860) میں اسماعیل بن جعفر کے طریق سے، حمید سے، انس سے روایت کیا گیا۔

اسی طرح احمد (216/3) نے سفیان ثوری کے طریق سے، حمید سے، انس سے روایت کیا۔

اور احمد (233/3) نے عبد الوہاب ثقفی کے طریق سے، حمید سے، انس سے روایت کیا۔

اور بیہقی نے "دلائل النبوۃ" (192/7) میں محمد بن جعفر کے طریق سے روایت کیا کہ انہوں نے حمید سے سنا، جنہوں نے انس سے سنا، اور اسے بیان کیا۔

یہ چاروں (اسماعیل بن جعفر، سفیان ثوری، عبد الوہاب ثقفی، اور محمد بن جعفر) نے اسے حمید سے، انس سے روایت کیا، بغیر ثابت بنانی کا ذکر کیے، حالانکہ آخری روایت میں حمید کے انس سے سماع کی صراحت ہے، جو یحییٰ بن ایوب غافقی کے ثابت بنانی کا ذکر کرنے کو غلطی ثابت کرتی ہے۔

دوسری حدیث

جو دارمی (1755)، ابو داؤد (2454)، ترمذی (730)، اور "علل الکبیر" (202)، نسائی (196/4)، ابن خزیمہ (1933)، طحاوی نے "شرح المعانی" (54/2)، دار قطنی (177/2)، اور بیہقی (4/202) نے یحییٰ بن ایوب کے طریق سے، عبید اللہ بن ابی بکر سے، ابن شہاب سے، سالم بن عبد اللہ سے، ان کے والد سے، حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جس نے فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کی، اس کا روزہ نہیں۔"

ترمذی نے اپنی جامع (730) میں اس حدیث کے بعد کہا: "حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث، ہم اسے مرفوعاً صرف اسی طریق سے جانتے ہیں، اور یہ نافع سے، ابن عمر کے قول کے طور پر روایت کی گئی ہے، جو زیادہ صحیح ہے۔ اسی طرح یہ حدیث زہری سے موقوفاً بھی روایت کی گئی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ اسے یحییٰ بن ایوب کے علاوہ کسی نے مرفوع کیا ہو۔"

پھر ڈاکٹر بشار نے ترمذی کی تائید کی اور ایوب کے نام پر ایک حاشیہ لکھا (201/2) کہ: "اسی طرح بخاری نے کہا، جیسا کہ مصنف نے "العلل" میں نقل کیا، اور احمد، ابو داؤد، نسائی، اور طحاوی نے بھی۔"

میں کہتا ہوں: ان کے ساتھ حق ہے، کیونکہ یحیٰی بن ایوب نے اس حدیث میں غلطی کی۔ اسے مالک نے (ابو مصعب کی روایت 775، سوید کی روایت 456، یحیٰی کی روایت 788، اور شیبانی (327))، اور عبد الرزاق نے اپنے "مصنف" (7787) میں ابن جریج اور عبید اللہ بن عمر سے روایت کیا۔ ان تینوں (مالک، ابن جریج، اور عبید اللہ) نے اسے نافع سے، عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا کہ وہ کہتے تھے: "روزہ اسی کا ہے جو فجر سے پہلے نیت کرے۔"

اور عبد الرزاق (7786) اور طحاوی نے "شرح المعانی" (55/2) میں زہری سے، سالم سے، ان کے والد سے، حفصہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: "اس کا روزہ نہیں جو رات میں نیت نہ کرے۔

تیسری حدیث

جو بزار (1109) نے یحیٰی بن ایوب غافقی کے طریق سے، یزید بن ابی حبیب سے، عمر بن الحکم سے، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اگر جنت کی وہ (معمولی سی) چیز جو ایک ناخن اٹھا سکتا ہے (یعنی ناخن کے برابر)، زمین والوں کے لیے ظاہر ہو جائے، تو اس کی وجہ سے آسمانوں اور زمین کے تمام گوشے (آفاق) ان کے لیے سج جائیں۔ اور اگر جنت کا کوئی شخص (زمین کی طرف) اپنا ہاتھ جھکائے اور اس کا کنگن ظاہر ہو جائے، تو اس کی روشنی سورج کی روشنی کو یوں مٹا (اور ماند کر) دے جیسے سورج ستاروں کی روشنی کو مٹا دیتا ہے۔ یحیٰی بن ایوب غافقی نے اسے اس طرح روایت کیا اور اس میں اختلاف کیا گیا۔

اسے عبد اللہ بن المبارک نے "الزہد" (416) میں عبد اللہ بن لہیعہ کے طریق سے، اور اسی سے ترمذی (2538) اور بغوی (4377) نے یزید بن ابی حبیب سے، داؤد بن عامر بن سعد بن ابی وقاص سے، ان کے والد سے، ان کے دادا سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

یہ ایک قوی سند ہے، کیونکہ یہ عبد اللہ بن لہیعہ سے ایک عابد کی روایت ہے، اور شیخ شعیب نے "شرح السنہ " (214/15) پر تعلیق میں کہا: "اس کی سند صحیح ہے۔"

اور اسے ابو نعیم نے "صفة الجنة" (57) میں ابن وہب کے طریق سے، عمرو بن الحارث سے، سلیمان بن حمید سے، عامر بن سعد سے، ان کے والد سے روایت کیا۔

چوتھی حدیث

جو ترمذی (3502) اور بغوی نے "شرح السنہ " (1374) میں یحییٰ بن ایوب کے طریق سے، عبید اللہ بن زخر سے، خالد بن ابی عمران سے روایت کی کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ کم ہی ایسا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی کسی مجلس سے اپنے صحابہ کے لیے یہ دعا کیے بغیر اٹھے ہوں: اے اللہ! ہمارے درمیان تو اپنا اتنا خوف بانٹ دے جو ہمارے اور ہمارے گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے، اور ہمارے درمیان اپنی اطاعت و فرمان برداری کا اتنا جذبہ پھیلا دے جو ہمیں تیری جنت تک پہنچا دے، اور ہمیں اتنا یقین دیدے جس کے سہارے دنیا کی مصیبتیں ہیچ اور آسان ہو جائیں، اور جب تک تو زندہ رکھ ہمیں اپنے کانوں اپنی آنکھوں اور اپنی قوتوں سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دیتا رہ، اور ان سب کو (ہماری موت تک) باقی رکھ، اور ہمارا قصاص اور ہمارا بدلہ ان سے لے جو ہم پر ظلم کرے، اور جو ہم سے دشمنی کرے اس کے مقابل میں ہماری مدد فرما، اور دنیا کو ہمارا بڑا مقصد نہ بنا دے، اور نہ ہمارے علم کی انتہا بنا (کہ ہمارا سارا سیکھنا سکھانا صرف دنیا کی خاطر ہو) اور ہم پر کسی ایسے شخص کو مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے"۔

ترمذی نے اس کے بعد کہا: "یہ حدیث حسن غریب ہے۔" بعض نے اس حدیث کو خالد بن ابی عمران سے، نافع سے، ابن عمر سے روایت کیا۔

میں کہتا ہوں: جیسا کہ امام ترمذی نے کہا، اسے نسائی نے "الکبریٰ" (10423) اور "عمل الیوم واللیلۃ" (401) میں عبد اللہ بن عبد الحکم کے طریق سے، بکر سے، عبید اللہ بن زحر سے، خالد بن ابی عمران سے، نافع سے، ابن عمر سے روایت کیا۔

اور اسے حاکم نے "المستدرک" (528/1) میں لیث بن سعد کے طریق سے، خالد بن ابی عمران سے، نافع سے، ابن عمر سے روایت کیا، اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا، اور ذہبی نے اس پر کوئی تعقب نہیں کیا۔

پانچویں حدیث

جو ابن المبارک نے "الزہد" (49) اور حاکم نے (4/193) میں یحییٰ بن ایوب کے طریق سے، عبید اللہ بن زحر سے، علی بن یزید سے، قاسم سے، ابو امامہ سے روایت کی حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نئی قمیص منگوا کر پہنی، آپ نے وہ قمیص ابھی صحیح طرح پہنی بھی نہیں تھی کہ یہ دعا مانگی الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي " تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے وہ لباس پہنایا جس کے ساتھ میں نے اپنے ستر کو ڈھانپا، اور اس کے ساتھ میں نے اپنی زندگی کو خوبصورت کیا" یہ دعا مانگنے کے بعد آپ نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ میں نے یہ دعا کیوں پڑھی؟ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے نئے کپڑے منگوا کر پہنے، ابھی وہ کندھوں سے نیچے نہیں ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے وہی دعا مانگی جو میں نے مانگی ہے، پھر حضور ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، جب بھی کوئی مسلمان نیا کپڑا پہنے اور اسی طرح دعا مانگے جیسے میں نے مانگی ہے اور جو پرانے کپڑے اتارے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی غریب مسکین کو دے دے

،جب تک اس کپڑے کا ایک دھاگہ بھی اس کے استعمال میں ہے تب تک دینے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے ذمہ کرم میں ہے۔ خواہ وہ زندہ ہو یا فوت ہو گیا ہو۔

یہ حدیث معلول ہے، جسے نقادوں کے امام اور علیل احادیث کے شیخ، امام ابو الحسن دار قطنی نے اپنی عظیم کتاب "علل الحدیث" (2/137 – 138، سوال 160) میں تنقید کا نشانہ بنایا اور اس میں اختلاف بیان کر کے کہا: "یہ حدیث غیر ثابت ہے۔"

چھٹی حدیث

جو روایت کی أبو داود (158)، والدارقطني (1 / 198) نے یحیٰ بن ایوب کے طریق سے، وہ عبد الرحمن بن رزین سے، وہ محمد بن یزید سے، وہ ایوب بن قطن سے، وہ اُبی بن عمارہ سے روایت کرتے ہیں۔ یحیٰ بن ایوب نے کہا کہ انھوں نے حضور ﷺ کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے روایت ہے کہ انھوں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کیا میں موزوں پر مسح کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! انھوں نے کہا کیا ایک دن تک؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں ایک دن تک، انھوں نے پھر پوچھا کہ کیا دو دن تک؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں دو دن تک، انھوں نے پھر عرض کیا کہ کیا تین دن تک؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تین دن تک اور جب تک تو چاہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں یحیٰ بن ایوب پر بہت زیادہ اختلاف کیا گیا۔

امام دار قطنی نے اپنی "سنن" (1/198) میں کہا: "یہ ثابت نہیں، اور اس میں یحیٰ بن ایوب پر بہت زیادہ اختلاف کیا

گیا، جس کی تفصیل میں نے دوسرے مقام پر بیان کی۔" اور زیلعی (178/1) اور "تعلیق المغنی" (1/198-199) کے مصنف نے ابن القطان سے اس کے اختلاف کی تفصیل نقل کی۔

ابو داؤد نے بھی اس کے سند میں اختلاف کی طرف اشارہ کیا (سنن 1/40-41)۔

اور سہارنپوری نے "بذل المجہود" (7/27-31) میں اس حدیث کی تعلیل اور اس میں اختلاف کی تفصیل بیان کی۔

(کشف الإیہام ص 586) ۔ کلام ختم ہوا

تحقیقی جائزہ

امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے کب اسلام قبول کیا

پہلے میں نے اس مضمون کو 9 عاشوراء کے روزے کے، پانچوں: اعتراض، کے تحت ذکر کیا تھا، جب میں نے دیکھا یہ طوالت پکڑ گیا ہے اس سے قاری کا تسلسل ٹوٹ جائے گا اور توجہ کسی اور طرف جلی جائے گی، تو پھر میں نے اس کو الگ بیان کر دیا۔

تمام اصحاب اکرام رضوان اللہ اجمعین فضیلت میں ایک جیسے نہیں ہیں،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ

مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ

تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے فی سبیل اللہ مال خرچ کیا اور جہاد کیا، وہ (دوسروں کے) برابر نہیں ہیں، ان کا درجہ ان لوگوں سے بڑا ہے جنہوں نے بعد میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا۔(سورة الحديد، آیت: 10)

بعض علماء نے کہا ہے کہ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ پر اسلام قبول کیا تھا، یہ بات غلط ہے۔

وہ اس لئے کہ صحیح بخاری کی حدیث میں آتا ہے کہ

حمید بن عبد الرحمن بن بیان کیا کہ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے عاشوراء کے دن منبر پر سنا، انہوں نے کہا کہ اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کدھر گئے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ یہ عاشوراء کا دن ہے۔ اس کا روزہ تم پر فرض نہیں ہے لیکن میں روزہ سے ہوں اور اب جس کا جی چاہے روزہ سے رہے۔ اور جس کا جی چاہے نہ رہے۔ (بخاری :2003)

شاید امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی ہو کہ مدینہ والے عاشوراء کے روزے کو فرض سمجھتے ہیں (جیسے متعہ کے منسوخ ہونے کا بعض اصحاب اکرام رضوان اللہ اجمعین کو علم نہ تھا)، تو آپ نے منبر پر یہ تقریر کی، آپ رضی اللہ عنہ نے یہ حج 44ھ میں کیا تھا۔ یہ ان کی خلافت کا پہلا حج تھا۔ اور اخیر حج ان کا 57ھ میں ہوا تھا۔ حافظ کے خیال کے مطابق یہ تقریر ان کے آخری حج میں تھی۔

رمضان کے روزے فرض نے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کے روزے کو ترک کر دیا تھا، جیسا کہ ان احادیث سے پتہ چلتا ہے جن کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ حضرت عبد للہ بن عمر رضی اللہ عنہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا،

جب کہ کسی صحیح حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرضیت کے ترک کے بعد عاشوراء کا روزہ رکھا ہو۔ جیسا کہ میں نے اس کو ثابت کیا ہے۔ الحمد اللہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے پتہ چلا کہ عاشوراہ کے روزہ کی فرضیت 3 ھجری اور 10 محرم کو ترک ہوئی۔ اور آپ اس وقت مسلمان تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے فی سبیل اللہ مال خرچ کیا اور جہاد کیا، وہ (دوسروں کے) برابر نہیں ہیں، ان کا درجہ ان لوگوں سے بڑا ہے جنہوں نے بعد میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا۔(سورة الحديد، آیت: 10)

فتح مکہ پر اسلام قبول کیا والی بات کا انکار ان علمائے اکرام نے بھی کیا ہے۔ان کے نام مدرجہ ذیل ہیں

ابن عساکر، ابن تیمیہ، ذھبی، ابن حجر، عبدالحق محدث دہلوی، وغیرہ

حوالہ جات : (تاريخ دمشق) – (سير أعلام النبلاء 3/ 120). (شرح عمدة الفقه 4/315)

أسلم قبل الفتح وكتب الوحي ومات في رجب سنة ستين وقد قارب الثمانين (ابن حجر)

وہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے، وحی لکھنے کا کام انجام دیتے رہے، اور رجب 60 ہجری میں وفات پائی، اُس وقت اُن کی عمر قریب قریب 80 سال تھی۔ (تقريب التهذيب :357 – مدارج النبوت: 390)

اب میں اس کے دلائل پیش کرتا ہوں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ سے بہت پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔

نمبر-1

ایک دلیل اس کی یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق اور صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کے خلاف نظر نہیں آتے، حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ جوان اور فنون حرب وضرب کے ماہر تھے۔

نمبر-2

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی سے روایت ہے کہ (قصرت عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بمشقص) میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک (مروہ کے مقام پر) چھوٹے کئے۔ (بخاری :1730)

مسلم کی حدیث میں ہے کہ، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کاٹنا "مروۃ" کے مقام پر تھا۔(مسلم :3022)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بال ترشوانا کسی عمرہ میں تھا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک حج کیا وہ بھی فتح مکہ کے بعد اور اس میں حلق کروایا تھا نہ کے قصر۔ اور حج میں منٰی کے مقام پر حلق کروایا جاتا ہے نہ کہ مروہ کے مقام پر۔

چنانچہ امام نووی نے تصریح کی ہے کہ آپ حج کر رہے تھے اور آپ نے منیٰ کے مقام پر حلق کروایا تھا اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے بال مبارک لوگوں میں تقسیم کئے۔(شرح مسلم)

پتہ چلا کہ حضرت امیر معاویہ کا نبی کریم کے بال تراشنے کا واقعہ کسی عمرہ کے دوران ہوا۔

نبی کریم ﷺ ہجرت مدینہ کے بعد ۶ ہجری کو عمرہ کی نیت سے مکہ کیلئے روانہ ہوئے تھے مگر آپ کو مقام حدیبیہ پر روک لیا گیا تھا۔ جس کے بعد اگلے سال آپ نے یہ عمرہ ادا کیا۔

حافظ ابن حجر نے کہا، اگر کہا جائے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے بال عمرۂ جعرانہ میں کاٹے تھے، تو اس کے خلاف یہ بات ہے کہ نبی ﷺ جعرانہ سے عمرے کا احرام باندھ کر روانہ ہوئے تھے اور اپنے ساتھ صرف بعض مہاجر صحابہ کو لے گئے تھے۔ پھر آپ مکہ آئے، طواف اور سعی کی، سر منڈوایا، اور واپس جعرانہ لوٹ گئے، یہاں تک کہ صبح جعرانہ میں اس طرح ہوئی جیسے رات وہیں گزاری ہو۔

اسی وجہ سے آپ کا یہ عمرہ بہت سے لوگوں پر مخفی رہا۔ یہ روایت امام ترمذی وغیرہ نے نقل کی ہے۔

حاکم نے الإکلیل میں غزوۂ حنین کے واقعے کے آخر میں روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ کے اس عمرے (یعنی عمرۂ جعرانہ) میں آپ ﷺ کا سر ابو ہند، بنو بیاضہ کے آزاد کردہ غلام نے منڈوایا تھا۔(فتح الباری)

نمبر-3

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابو عمرو بن حفص رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق بتہ (حتمی، تیسری طلاق) دے دی، اور وہ خود غیر حاضر تھے، ان کے وکیل نے ان کی طرف سے کچھ جَو (وغیرہ) بھیجے، تو وہ اس پر ناراض ہوئیں، اس (وکیل) نے کہا: اللہ کی قسم! تمہارا ہم پر کوئی حق نہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، اور یہ بات آپ کو بتائی۔ آپ نے فرمایا: "اب تمہارا خرچ اس کے ذمے نہیں۔" اور آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ام شریک رضی اللہ عنہا کے گھر میں عدت گزاریں، پھر فرمایا: "اس عورت کے پاس میرے صحابہ آتے جاتے ہیں، تم ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کے ہاں عدت گزر لو، وہ نابینا آدمی ہیں، تم اپنے (اوڑھنے کے) کپڑے بھی اتار سکتی ہو۔ تم جب (عدت کی بندش سے) آزاد ہو جاؤ تو مجھے بتانا۔" جب میں (عدت سے) فارغ ہوئی، تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ معاویہ بن ابی سفیان اور ابو جہم رضی اللہ عنہم دونوں نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔ اس پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابو جہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا (ضرب النساء)، اور رہا معاویہ تو وہ انتہائی فقیر ہے، اس کے پاس کوئی مال نہیں، تم اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے نکاح کر لو۔" میں نے اسے ناپسند کیا، آپ نے پھر فرمایا: "اسامہ سے نکاح کر لو۔" تو میں نے ان سے نکاح کر لیا، اللہ نے اس میں خیر ڈال دی اور اس کی وجہ سے مجھ پر رشک کیا جانے لگا۔ (مسلم 3797:)

اور مسلم ہی کی اس حدیث کے الفاظ ہیں

ابو بکر نے کہا کہ میں اور ابو سلمہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے اسی طلاق وغیرہ کو دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں ابو عمرو کے پاس تھی اور وہ غزوہ نجران کو گئے۔ (مسلم:3714)

اور غزوہ نجران، غزوہ احد، سے پہلے ہوا تھا۔

(سیرة ابن هشام (2/ 46))(جوامع السيرة:16 ابن حزم - دلائل النبوة) سیرت ابن اسحاق :313)

اور غزوہ احد 3 ھجری کو ہوا (شوال)

اور مشرک سے نکاح حرام ہے۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ امیر معاویہ رضی اللہ فتح مکہ سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور مدینہ میں ہی موجود تھے۔ واللہ اعلم

یہ فقیری کی حالت بھی بتاتی ہے فتح مکہ سے پہلے کی بات ہے، اسلام لانے کے بعد مکہ چھوڑنا پڑا اور ہجرت کی۔

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا نبی علیہ السلام نے غنائم حنین تقسیم کیے اور ابو سفیان کو سو اونٹ دیئے۔(مسلم :2444)

فتح مکہ کے بعد تو آپ کے حالات اچھے تھے، اور آپ تو ایک سردار کے بیٹے تھے۔

نمبر-4

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب وحی ہونا بھی مشھور ہیں۔

ربا بن جراح موصلی کہتے ہیں: میں نے ایک آدمی کو معافی بن عمران الموصلي متوفی 184 سے یہ سوال کرتے ہوئے سنا، اے ابو مسعود! عمر بن عبد العزیز کا معاویہ بن ابی سفیان سے کیا مقابلہ ہے ؟ تو میں نے دیکھا کہ وہ بہت سخت غصے میں آگئے اور فرمایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ کسی کو بھی قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ معاویہ

رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب، ان کے ساتھی، ان کے سسرالی رشتہ دار اور اللہ عزوجل کی وحی کے امین تھے۔ اور انہوں نے مزید کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میرے صحابہ اور میرے سسرالی رشتہ داروں کو چھوڑ دو، پس جس نے انہیں برا کہا اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ (الشريعة للآجري :1956– شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة :2785 – تاريخ بغداد 1/577 اسناده حسن الى المعافى

ابو الحارث بیان کرتے ہیں، ہم نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک تحریر بھیجی اور پوچھا،

اللہ آپ پر رحم فرمائے! اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو کہتا ہے: میں یہ نہیں کہتا کہ معاویہ کاتبِ وحی تھے، اور نہ یہ کہتا ہوں کہ وہ خال المؤمنین تھے، کیونکہ انہوں نے یہ مقام (خلافت) تلوار کے زور سے غصب کیا تھا؟ امام احمد نے فرمایا یہ بہت بری اور گھٹیا بات ہے۔ ایسے لوگوں سے دور رہا جائے، ان کی مجلس میں نہ بیٹھا جائے، اور لوگوں کے سامنے ان کا (گمراہ کن) حال بیان کیا جائے۔

(السنة لأبي بكر بن الخلال :654 اسناده صحيح)

ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ المالکي نے کہا

عبد الله بن سعد بن أبي سرح رضي الله تعالى عنه

أمير إفريقية، وكان أخا عثمان بن عفان من الرضاعة ويقال اسم أبي سرح الحسام بن الحارث وكان يكتب الوحي للنبي صلى الله عليه وسلم هو ومعاوية رضي الله تعالى عنهما

(رياض النفوس في طبقات علماء القيروان وإفريقية: 1/66)

عبداللہ بن سعد بن أبي سرح

وہ افریقہ کے امیر تھے، اور عثمان بن عفان کے رضاعی بھائی تھے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ابو سرح کا نام حسام بن حارث تھا۔ اور وہ نبی ﷺ کے لیے وحی لکھا کرتے تھے، وہ اور معاویۃ بن أبي سفیان دونوں۔

حافظ ابن عساکر نے معاویۃ بن أبي سفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا ہے کہ، وہ مؤمنوں کے ماموں اور رب العالمین کی وحی لکھنے والے تھے۔ (تاریخ دمشق: 7517)

امام ذھبی نے تاریخ السلام میں کہا ہے کہ: اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے، انہوں نے فرمایا میں کھیل رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور فرمایا: 'میرے لیے معاویہ کو بلاؤ۔' اور وہ وحی لکھا کرتے تھے۔ (2/541 بشار)

امام ابن حزم کے مطابق کاتبین وحی میں سے سب سے زیادہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہے اور اس کے بعد دوسرا درجہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ یہ دونوں حضرات دن رات آپ ﷺ کے ساتھ لگے رہتے، اور اسکے سوا کوئی کام نہ کرتے تھے۔ حوالہ تاریخی حقائق (جوامع السيرة: 27 ابن حزم)

فتح مکہ کے بعد تو وحی کا آنا بہت ہی کم ہو گیا تھا

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ان سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! تمہاری کتاب (قرآن) میں ایک آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو۔ اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس (کے نزول کے) دن

کو یوم عید بنا لیتے۔ آپ نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے جواب دیا (سورۃ المائدہ کی یہ آیت کہ) ” آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کیا“ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اس دن اور اس مقام کو (خوب) جانتے ہیں جب یہ آیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی (اس وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں جمعہ کے دن کھڑے ہوئے تھے۔ (بخاری :45)

امام بغوی نے بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو سن کر رو دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کیوں روتے ہو حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ بات رولا رہی ہے کہ اب تک تو ہمارا دین ترقی پذیر تھا اور اب کامل ہو گیا تو کمال کے بعد آئندہ نقصان (کے احتمال) کے سوا اور کچھ باقی نہیں رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے سچ کہا یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : کی وفات کی اطلاع تھی چنانچہ اس کے نزول کے بعد حضور صرف ۸۱ دن زندہ رہے اور ۳ ربیع الاوّل ۱۱ ھ کو پیر کے دن زوال کے بعد آپ کی وفات ہو گئی اور ہجرت کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول تھی۔ (تفسیر بغوی)

اس سے پتہ چلا کہ اسلام فتح مکہ سے بہت پہلے لے آئے تھے۔

نمبر-5

قال عطاءُ بن دينار: أسلم معاوية وهو ابن ثمان عشرة سنة

إسناده صحيح إلى عطاء: أخرجه البغوي في معجم الصحابة :5/ 363 – 364

عطاء بن دینار نے کہا: معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تب ان کی عمر اٹھارہ برس تھی۔

حافظ ابن حجر نے کہا کہ

وہ بعثتِ نبوی سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے، اور بعض نے سات سال، اور بعض نے تیرہ سال پہلے ہونے کا قول بھی ذکر کیا ہے، مگر پہلا قول (پانچ سال) زیادہ مشہور ہے۔(الإصابة في تمييز الصحابة: 6/120)

نمبر-6

ایک اور دلیل عاشوراء کے روزہ میں ساتواں اعتراض کے تحت دیئے گئے دلائل بھی اس کی تائید کرتے ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ترک فرضیت کے بعد عاشوراء کا روزہ رکھنا ثابت نہیں۔

نمبر-7

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی زبان یا ہونٹ چوستے ہوئے دیکھا ہے اور اس زبان یا ہونٹ کو عذاب نہیں دیا جائے گا جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چوسا ہو۔(مسند احمد: 16848) شعیب الأرنؤوط-إسناده صحيح

راوی کو شک ہے کہ زبان تھی یا ہونٹ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ص ہونٹ سے ہونٹ ملا کر تھوک مبارک ڈال رہے تھے تحنیک کے لئے جیسا کہ ان احادیث سے پتہ چلتا ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مکہ میں ان کے پیٹ میں تھے۔ انہوں نے کہا کہ پھر میں (جب ہجرت کے لیے) نکلی تو وقت ولادت قریب تھا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر میں نے پہلی منزل قباء میں کی

اور یہیں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہو گئے، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بچہ کو لے کر حاضر ہوئی اور اسے آپ کی گود میں رکھ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور طلب فرمائی اور اسے چبایا اور بچہ کے منہ میں اپنا تھوک ڈال دیا۔ چنانچہ پہلی چیز جو اس بچہ کے پیٹ میں گئی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھوک مبارک تھا پھر آپ نے کھجور سے تحنیک کی اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ یہ سب سے پہلا بچہ اسلام میں (ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں) پیدا ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سے بہت خوش ہوئے کیونکہ یہ افواہ پھیلائی جا رہی تھی کہ یہودیوں نے تم (مسلمانوں) پر جادو کر دیا ہے۔ اس لیے تمہارے یہاں اب کوئی بچہ پیدا نہیں ہو گا۔(بخاری :5469)

اور بخاری کی ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں

اس کے پیٹ میں سب سے پہلی چیز جو داخل ہوئی، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھوک تھا۔

دوسری حدیث

محمد بن ثابت بن قیس بن شماس روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد ثابت بن قیس نے عبد اللہ بن ابی کی بیٹی جمیلہ کو طلاق دے دی، اس وقت ان کے پیٹ میں محمد تھے، جب محمد پیدا ہو گئے تو انہوں نے قسم کھائی کہ میں اس کو اپنا دودھ نہیں پلاؤں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے پاس منگوایا، اس کے منہ میں اپنا لعاب دھن ڈالا عجوہ کھجور کے ساتھ اس کو گھٹی دی اور اس کا نام محمد رکھا اور فرمایا: اس کو میرے پاس بار بار لاتے رہنا، بے شک اللہ ہی اس کا رزاق ہے۔ میں تین دن تک اس کو آپ کی خدمت میں لے جاتا رہا (تیسرے دن) ایک عربی خاتون ثابت بن قیس کا پوچھتی پھر رہی تھی، میں نے اس سے کہا: تجھے اس سے کیا کام ہے؟ میں ہوں ثابت۔ اس نے کہا: میں نے آج

رات خواب میں دیکھا ہے کہ میں ثابت کے بیٹے کو دودھ پلا رہی ہوں جس کا نام محمد ہے۔ انہوں نے کہا: میں ثابت ہوں اور یہ میرا بیٹا محمد ہے (آپ فرماتے ہیں) اس خاتون کے کپڑوں سے اس کا دودھ رِس رہا تھا۔☆ امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل نہیں کیا۔ اور امام ذھبی نے ان کی موافقت کی۔ (مستدرک للحاکم :2838)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (نومولود) کے معارضہ میں ابو ہریرہ کو جو روایت ہے، اس کے تمام طرق ضعیف ہیں، اصل روایت بخاری و مسلم میں محفوظ ہے وہ یہ ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول ﷺ دن کے ایک حصہ میں تشریف لے چلے۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ (یعنی خاموشی سے چلتے جا رہے تھے) اسی طرح آپ بنی قینقاع کے بازار میں آئے پھر (واپس ہوئے اور) فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے آنگن میں بیٹھ گئے، اور فرمایا، وہ بچہ کہاں ہے وہ بچہ کہاں ہے؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا (کسی مشغولیت کی وجہ سے فوراً) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکیں۔ میں نے خیال کیا، ممکن ہے حسن رضی اللہ عنہ کو کرتا وغیرہ پہنا رہی ہوں یا نہلا رہی ہوں۔ تھوڑی ہی دیر بعد حسن رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے، آپ نے ان کو سینے سے لگا لیا اور بوسہ لیا، پھر فرمایا اے اللہ ؟! اسے محبوب رکھ اور اس شخص کو بھی محبوب رکھ جو اس سے محبت رکھے۔ (بخاری : 2122 مسلم :6257)

حسن بن علي بن أبي طالب کی پیدائش 3 ھجری کو ہوئی۔

لیث بن سعد کا قول ہے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہجرت کے تیسرے سال رمضان میں پیدا ہوئے۔

(الدوحة النبوية :71)

امام مزی نے کہا

ولد في النصف من رمضان سنة ثلاث من الهجرة ، هذا أصح ما قيل فيه إن شاء الله

حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہجرت کے تیسرے سال رمضان کے وسط (پندرہویں تاریخ) میں پیدا ہوئے۔ یہی قول سب سے زیادہ صحیح ہے، ان شاء اللہ۔۔ (تهذيب الكمال مزى :1248)

ابن کثیر نے کہا

"**وُلِدَ للنِّصفِ من رمضان سنة ثلاث من الهجرة**" (البداية والنهاية ابن كثير:11/ 181)

"وہ رمضان کے وسط (پندرہویں تاریخ) میں ہجرت کے تیسرے سال پیدا ہوئے۔

نمبر-8

غیر مسلموں کا اس بارے کیا نظریہ ہے

خطیب بغدادی دوبارہ بغداد واپس آئے، اور ان کی وزیر ابوالقاسم ابن المسلمہ کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہو گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کچھ یہودیوں نے ایک کتاب پیش کی اور دعویٰ کیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان ہے جس میں اہل خیبر سے جزیہ معاف کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں صحابہ کی گواہیاں بھی درج تھیں، اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ حضرت علیؓ کا خط ہے۔ چنانچہ رئیس الرؤساء ابن المسلمۃ نے وہ کتاب ابوبکر الخطیب کو دکھائی۔ تو انہوں نے فرمایا:

یہ جعلی (مزوّر) ہے۔ پوچھا گیا: آپ کو اس کا کیسے علم ہوا؟ تو انہوں نے فرمایا اس کتاب میں معاویہ بن ابی سفیانؓ کی گواہی ہے، حالانکہ معاویہؓ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے، اور خیبر کی لڑائی ہجری ساتویں سال ہوئی تھی۔ نیز اس میں سعد بن معاذؓ کی بھی گواہی ہے، حالانکہ وہ غزوہ خندق (ہجری پانچ) کے دن فوت ہو چکے تھے۔ یہ بات ابن المسلمۃ کو بہت پسند آئی، یہاں تک کہ انہوں نے واعظین اور قصہ گویوں کو یہ حکم جاری کیا کہ کوئی بھی شخص رسول اللہ ﷺ کی طرف کوئی حدیث یا بات منسوب نہ کرے جب تک کہ ابو بکر الخطیب اس کی اجازت نہ دے، پس جو حدیث وہ بیان کرنے کی اجازت دیتے، وہ بیان کی جاتی، اور جسے وہ روک دیتے، وہ رد کر دی جاتی۔ (المنتظم في تاريخ الملوك والأمم ابن الجوزي:16/129 – معجم الأدباء = إرشاد الأريب إلى معرفة الأديب الحموي، ياقوت :1/386 – تاریخ ابن کثیر :16/28 اردو 6/468 حصہ دواز دھم)

اب جائزہ لیتے ہیں فتح مکہ پر اسلام لانے والی بات کا

حدثنا مصعب بن عبد الله؛ قال: معاوية بن أبي سفيان كان يقول: أسلمت عام القضية لقيت النبي صلى الله عليه وسلم فوضعت إسلامي عنده فقبل مني (التاريخ الكبير لابن أبي خيثمة 2231:)

مصعب بن عبد اللہ نے کہا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے میں نے عام قضیہ (یعنی صلح حدیبیہ کے سال) اسلام قبول کیا، میں نبی ﷺ سے ملا، تو میں نے اپنے اسلام کو ان کے سامنے پیش کیا، تو انہوں نے اسے مجھ سے قبول فرمالیا۔

میرے علم کے متابق سب اقوال میں سے یہ قول امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے زیادہ قریب ہے ، مگر اس میں مصعب بن عبد اللہ متوفیٰ 236ھ نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

دوسرا اعتراض

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس بات کی تصریح موجود ہے کہ جب کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا تو اسلام میرے دل میں گھر کر چکا تھا میں نے اس بات کا ذکر اپنی والدہ ہند سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ خبردار اگر تو نے اپنے باپ کے مذہب کی مخالفت کی ورنہ ہم تیرا خرچہ پانی بند کردیں گے۔ مگر بہر حال میں اسلام لا چکا تھا اور خدا کی قسم نبی کریم ﷺ اس حال میں حدیبیہ سے لوٹ رہے تھے کہ میں آپ کی تصدیق کرنے والا تھا اور خدا کی قسم جب آپ عمرۃ القضاء کیلئے تشریف لائے تو میں اس وقت بھی مسلمان تھا مگر والد کے خوف سے

اپنے اسلام کو چھپائے رکھا اور فتح مکہ کے دن کھل کر اس کا اظہار کیا: اسلمت یوم القضیة و لکن کتمت اسلامی من ابی ۔ (البدایة والنهایة (طبقات ابن سعد: المتمم للصحابة، الطبقة الرابعة، ص: 106)

اس خبر کی سند میں محمد بن عمر واقدی کذاب اور شیعہ ہے اور قصرت بمشقص والی بخاری کی حدیث کے بھی خلاف ہے اسلام تو آپ کا ظاہر تھا فتح مکہ سے پہلے۔

ابن حجر نے کہا، یہ متروک ہے، (تقریب التھذیب 1/882)

امام ذھبی نے کہا، واقدی کے ضعیف ہونے پر اجماع قائم ہو چکا ہے۔ (میزان الاعتدال 3/666)

تیسرا اعتراض

حدیث سعد بن ابی وقاص

سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَنْهَى عَنِ الْمُتْعَةِ فِي الْحَجِّ، فَقَالَ سَعْدٌ: لَقَدْ تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ مُعَاوِيَةَ لِكَافِرٌ بِالْعُرُشِ

سلیمان تیمی نے غنیم بن قیس سے روایت کیا کہ غنیم بن قیس نے کہا: میں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا متعۃ الحج (حج تمتع) کے بارے میں تو سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ منع کرتا ہے متعۃ الحج (حج تمتع) کرنے سے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متعۃ الحج (حج تمتع) کیا تھا اور معاویہ اس دن کافر تھا مکہ کے گھروں میں۔

(صحیح ترجمہ کی وضاحت نمبر:5 کے تحت دیکھیں آگے)

کہاجاتاہے کہ یہ حج تمتع حجۃ الوداع کے متعلق ہے جو آپ ﷺ کی وفات سے 81 دن پہلے ہوا تھا۔

سلیمان تیمی سے اس حدیث کو روایت کرنے والے، سفيان الثوري، وشعبة بن الحجاج، ويحيى بن سعيد القطان، وعبدالله بن المبارک، ومروان بن معاوية، ويزيد بن زريع، ومعتمر بن سليمان، ويوسف بن يعقوب بن أبي القاسم السدوسي، وبكر بن رستم الأعنق، ہیں۔

تخریج: مسلم (2969 – 164/ 1225)، وأبو عوانة (9/ 435/ 3828) و (9/438/ 3829)، وأبو نعيم في مستخرجه على مسلم (3/323/ 2841)، وأحمد (1/181/ 1568) (1/391/ 1589 – ط المكنز)، وعبد الرزاق (5/ 434/ 10087 – ط التأصيل الثانية)، وأبو عبيد القاسم بن سلام في غريب الحديث (5/22)، وفي الناسخ والمنسوخ (327)، وابن أبي شيبة (8/143/ 14221)، والدورقي في مسند سعد (123)، والفاكهي في أخبار مكة (3/ 233/ 2030)، والحارث بن أبي أسامة في مسنده (4/129/ 1961)، وإبراهيم الحربي في غريب الحديث (1/ 171)، والطحاوي في شرح المعاني (2/141/ 3658)، والحاكم في معرفة علوم الحديث (123)، والبيهقي في السنن الكبرى (5/17)، وفي الخلافيات (3/ 148 – اختصار ابن فرح)، والخطيب في الموضح (2/ 356)، وأبو نعيم الحداد في جامع الصحيحين (2/ 256/ 1284)، وابن بشكوال في الغوامض (2/ 696 – 698). [التحفة (3/272/ 3911)، الإتحاف (5/160/ 5117)، المسند المصنف (9/45/4283)

جواب نمبر:1

یہ حدیث محفوظ نہیں ہے۔(آگے جواب نمبر:2 کے تحت میں نے اس کے محفوظ متن ذکر کئے ہیں)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

یہ حدیث سند کے اعتبار سے زیادہ اصح ہے۔ ہم نے اسے اصل اعتماد کے طور پر نہیں بلکہ تائید و تقویت کے لیے ذکر کیا ہے۔(البداية والنهاية ط هجر 7/476)

پس یہ تمام باتیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ روایت اس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے محفوظ اور صحیح طور ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ (البداية والنهاية ط هجر 7/491)

امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی ان زیادات کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے، جیسا کی کہا شیخ سراج الحق بن محمد ھاشم نے مستخرج أبي عوانة کے مقالہ میں

ان میں سے کسی نے بھی "متعة الحج" کے الفاظ ذکر نہیں کیے، سوائے سفیان ثوری کے، جن سے ابو احمد زبیری نے روایت کی ہے جیسا کہ مسلم میں ہے، اور عبد اللہ بن مبارک کے۔

اکثر راویوں کی روایت سفیان اور ابن مبارک کی ان دونوں روایتوں پر ترجیح رکھتی ہے، خصوصاً اس لیے کہ ابو احمد زبیری کے سفیان ثوری سے بیان کردہ احادیث کے بارے میں کلام کیا گیا ہے، اور حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب، میں تصریح کی ہے کہ ابو احمد زبیری، سفیان ثوری کی حدیث میں غلطی کر جاتے تھے۔

مزید یہ کہ ان کی مخالفت ان سے زیادہ قوی راوی، ابو عاصم الضحاک بن مخلد النبیل نے کی ہے، جنہوں نے "متعة الحج" کا ذکر نہیں کیا۔ اور ممکن ہے کہ امام مسلم نے سفیان کی روایت کا اختلاف ذکر کرنا اور اسے مروان بن

معاویہ اور یحییٰ بن سعید کی روایت کے بعد لانا، "متعۃ الحج" کے اس لفظ میں علت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کیا ہو۔ واللہ اعلم۔(مستخرج أبي عوانة - ط الجامعة الإسلامية حديث نمبر :3828)

امام بیھقی فرماتے ہیں کہ غنیم بن قیس کی جن روایات میں رسول اللہ کے فعل کا ذکر ہے ہو ثابت نہیں۔

(السنن الكبرى :8923)

امام زیلعی فرماتے ہیں، امام مسلم دوسری طبقہ کی اسناد میں کبھی بیان طرق کے طور پر متکلم فیہ روایت بھی لے آتے ہیں،(نصب الرایہ 3/321)

میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں راویوں کے ادراج ہیں، یا پھر سلیمان تیمی کا ہے، اور یہ تفسیری وضاحت سیدنا سعد بن ابی وقاص کی نہیں ہے، اکثر روایات میں یعنی سے بات کی تفسیر کی گئی ہے، جیسے، یعنی معاویہ، یعنی متعۃ الحج،

میں یہاں طوالت سے بچتے ہوئے کچھ وضاحت کرتا ہوں، کسی حدیث میں سلیمان تیمی کی تدلیس ہے اور کسی میں سفیان ثوری کی اگر کسی میں تحدیث ہے تو وہاں خاص استدلال نہیں ہوتا، اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی مدلس راوی رکوع کا رفع الیدین بیان کرتا ہے تحدیث سے اور دوسری حدیث میں رکوع اور سجدوں کا بیان کرتا ہے تدلیس ہے اس سے سجدوں کے رفع الیدین کی تحدیث نہیں مانی جائیگے یعنی خاص استدلال پر بھی تحدیث چاہیے۔

کسی حدیث میں عبد الرزاق ہے جو کہ شیعہ ہے،

تمام اصحاب اکرام رضوان اللہ اجمعین فضیلت میں ایک جیسے نہیں ہیں،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ

مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ

تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے فی سبیل اللہ مال خرچ کیا اور جہاد کیا، وہ (دوسروں کے) برابر نہیں ہیں، ان کا درجہ ان لوگوں سے بڑا ہے جنہوں نے بعد میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا۔(سورة الحديد، آيت: 10)

محمد بن ابی بکر المقدمی نے کہا، میں نے پایا کہ جعفر (بن سلیمان) کو عبد الرزاق سے زیادہ کسی نے خراب نہیں کیا، یعنی تشیع کے معاملے میں۔ ابن عدي کہتے ہیں، عبد الرزاق کے پاس مختلف موضوعات اور بہت زیادہ حدیثیں تھیں۔ مسلمانوں کے ثقہ راوی اور بڑے ائمہ ان کے پاس سفر کر کے گئے، ان سے حدیث لکھی، اور ان سے روایت کی۔ لیکن ان کی طرف تشیع کی نسبت کی گئی ہے۔ امام ابن حبان کہتے ہیں، عبد الرزاق ان لوگوں میں سے تھے جو جب اپنے حافظے سے حدیث بیان کرتے تو کبھی کبھار غلطی کر جاتے تھے، اور ان میں تشیع کا رجحان تھا۔ عجلی نے کہا ،عبد الرزاق میں تشیع تھا۔ (تهذيب التهذيب تحت ترجمہ عبد الرزاق)

ابن حجر عسقلانی نے کہا، عبد الرزاق میں تشیع تھا۔(تقريب التهذيب)

ابو بکر بن ابی خیثمہ کہتے ہیں: میں نے امام یحییٰ بن معین کو سنا، ان سے کہا گیا کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: عبید اللہ بن موسیٰ کی بعض احادیث شیعہ ہونے کی وجہ سے رد کر دی جاتی ہیں۔ تو ابن معین نے فرمایا، اللہ کی قسم!

جس کے سوا کوئی معبود نہیں، عبد الرزاق اس معاملے میں اس سے سو گنا زیادہ غالی شیعہ تھا، اور میں نے عبد الرزاق سے اس قسم کی باتیں عبید اللہ بن موسیٰ کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ سنی ہیں۔ (التاريخ الكبير" لابن أبي خيثمة 1/333 الكفاية في علم الرواية 130 تهذيب الكمال 18/59)

عبید اللہ بن موسیٰ کا کیا حال تھا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے

ابن مندہ نے کہا، أحمد بن حنبل لوگوں کو عبید اللہ بن موسی العبسي کی طرف رہنمائی کیا کرتے تھے، وہ رفض کے ساتھ معروف تھا۔ وہ اپنے گھر میں کسی ایسے شخص کو داخل نہیں ہونے دیتا تھا جس کا نام معاویہ ہوتا۔ چنانچہ کہا گیا کہ ایک مرتبہ معاویة بن صالح الأشعري اس کے پاس آئے۔ اس نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: معاویہ۔ تو اس نے کہا، اللہ کی قسم! میں تمہیں حدیث نہیں سناؤں گا، اور نہ ہی ایسی جماعت کو حدیث سناؤں گا جس میں تم (معاویہ نام کا) موجود ہو۔ (سير أعلام النبلاء – ط الحديث 7/501)

امام عقیلی بیان کرتے ہیں۔ مخلد شعیری نے یہ بات بیان کی ہے میں امام عبد الرزاق کے پاس موجود تھا تو وہاں ایک شخص نے معاویة بن أبي سفیان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا، تو عبد الرزاق نے کہا تم ہماری مجلس کو ابو سفیان کے بیٹے کے ذکر سے گندا نہ کرو۔ (الضعفاء الكبير للعقيلي : 1082 ميزان الاعتدال 2/610)

امام ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں ایک شیعہ مصنف ابن المطہر الحلی کا اعتراض نقل کیا ہے،

شیعہ مصنف لکھتا ہے: معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی ساری زندگی مشرک رہے، جب مکہ فتح ہوا تو معاویہ یمن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موردِ طعن بنانے میں مشغول تھے۔ جب ان کے والد ابو سفیان حلقہ بگوشِ

اسلام ہوئے تو معاویہ نے ان کو عار دلانے کے لیے چند اشعار لکھے اور یہ بھی کہا کہ تم دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اختیار کر کے صابی ہو گئے ہو۔ فتح مکہ کا واقعہ ہجرت کے آٹھویں سال پیش آیا۔ اس وقت تک معاویہ اپنے شرک پر قائم تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھاگ رہے تھے۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ کو مباح الدم (واجب القتل) قرار دیا تھا۔ آپ بھاگ کر مکہ چلے گئے۔ جب کوئی جائے پناہ نہ ملی تو مجبوراً بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے صرف پانچ ماہ قبل اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ اور معافی طلب کی۔۔۔

(منهاج السنه :4/432)

(اور حج کے مہینے یہ ہیں شوال، ذوالقعد، ذوالحج،۔)

کسی حدیث میں فھد بن سلیمان کا تفرد ہے،

فھد بن سلیمان نے سب راویوں کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے سمجھ سے کافر کے بجائے مشرک کے الفاظ استعمال کیے ہیں، اس سے فرق پڑتا ہے، جس کی وضاحت میں آگے بیان کروں گا، فھد بن سلیمان کی توثیق ابن یونس مصری کے علاوہ کسی اور نے نہیں کی، امام ابن حبان نے اس کو ذکر تک نہیں کیا، بہت سے محدثین نے فھد بن سلیمان کو اپنی کتاب میں بیان کیا ہے نہ توثیق کی ہے اور نہ جراح، معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس کے بارے میں معلومات نہیں تھیں جیسا کہ ابن ابی حاتم نے فھد بن سلیمان کے بارے میں کہا ہے، میں نے ان کے فوائد (روایات) لکھ لیے تھے، لیکن مجھے ان سے سماع کا موقع نہیں ملا۔ (الجرح والتعديل 7/89 – ابن أبي حاتم)

فھد بن سلیمان کی ایک روایت، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بھاگا ہوا غلام چوری کرے یا ذمی چوری کرے تو ان کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

کے بارے میں امام دار قطنی نے کہا اس حدیث کو فھد بن سلیمان کے علاوہ کسی نے بھی مرفوع بیان نہیں کیا اور صحیح اس کا موقوف ہونا ہی ہے۔(سنن دار قطنی :3105)

ابن قطان الفاسی نے کہا، فہد بن سلیمان، جو غلاموں (رقیق) کے تاجر تھے، مصری تھے۔ ان کی عدالت (ثقاہت) اس درجے میں ثابت نہیں کہ ان کی منفرد روایت کو بلا تردد قبول کیا جائے، اگرچہ وہ معروف شخص تھے، اور قریش کے موالی میں سے تھے۔(بیان الوهم والإيهام :1358)

(ہو سکتا ہے کہ فہد نے سند بدل دی ہو عبد الرزاق کی بجائے محمد بن سعید کہہ دیا)

کسی میں محمد بن کثیر ہے

اس کے متعلق ابن معین نے کہا کہ یہ ثقہ نہیں، ابن الجنید نے امام یحییٰ بن معین سے نقل کیا: اس کی حدیث میں کچھ (ناپسندیدہ یا قابلِ اعتراض) الفاظ تھے، گویا انہوں نے اسے ضعیف قرار دیا۔ پھر میں نے دوبارہ اس کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: سائل کے لیے مناسب نہ تھا کہ اس سے حدیث لکھے۔ ابو بکر بن ابی خیثمہ نے کہا: ہم سے امام یحییٰ بن معین نے فرمایا، اس سے حدیث نہ لکھو۔ اور فرمایا، وہ ثقہ نہیں تھا۔ علي بن الحسين نے کہا محمد بن کثیر کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ اس قابل نہیں تھا کہ اس سے حدیث لکھی جائے۔ امام ابو داؤد نے کہا، کان لا یحفظ، وہ یاد نہیں رکھتا تھا۔ ابن قانع نے کہا یہ ضعیف ہے۔ (تہذیب الکمال تحت ترجمہ محمد بن کثیر)

مگر اکثر محدثین نے اس کی توثیق کی ہے۔

کسی میں فاروق بن عبد الکریم، مجہول ہے،

کچھ سلیمان تیمی کے بارے میں

ابن سعد نے کہا، سلیمان تیمی، ثقہ، کثیر الحدیث تھے، اور بہت عبادت گزار اور مجتہد لوگوں میں سے تھے۔ اور رات بھر عشاء کے وضو سے نماز (تہجد) پڑھا کرتے تھے، اور حضرت علی بن ابی طالبؓ کی طرف ان کا رجحان تھا۔
(الطبقات الکبری 7/ 188)

سلیمان تیمی نے ایک حدیث بیان کہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، امام جب قرأت کرے تو مقتدی خاموش سنتے رہیں۔(مسلم :905)

اس حدیث کو جب امام احمد بن حنبل پر پیش کیا گیا، کہ سلیمان تیمی یہ حدیث بیان کرتا ہے تو آپ نے کہا یہ اضطراب ہے۔(شرح العلل ترمذی ابن رجب :2/790)

اس حدیث کے متعلق امام دار قطنی نے کہا، سلیمان تیمی نے اس روایت میں جماعتِ رواۃ کی مخالفت کی ہے۔۔۔اس مقام پر ان سے وہم ہوا ہے۔ (الإلزامات والتتبع 170)

امام حاکم نے کہا، سب کے سب حفاظ اس لفظ کے ذکر میں سلیمان التیمی کی مخالفت کرتے ہیں۔
(الخلافیات:1946)

الحسین بن علی الحافظ نے کہا، میرے نزدیک یہ سلیمان التیمی کا وہم ہے۔ (الخلافیات:1946)

امام بیھقی نے کہا، یہ سلیمان التیمی کا وہم ہے۔ (القراءۃ خلف الامام :310)

غنیم بن قیس اس کی مسلم میں صرف ایک یہی حدیث ہے اور امام بخاری نے اس کو بیان نہیں کیا۔

غنیم بن قیس نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر آنکھ زناکار ہے۔(مسند احمد :19513)

ابن سعد نے کہا وہ ثقہ تھے، بہت کم احادیث بیان کی ہیں۔(تہذیب الکمال)

امام ابن مندہ نے کہا، جناح نے ان سے روایت کی ہے، لیکن ان کے لیے نہ صحابیت ثابت ہے اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت (دیدار) صحیح طور پر ثابت ہے۔ (الاصابہ)

نمبر:2

اگر کوئی محفوظ متن ہیں تو یہ ہیں، جن کو سلیمان تیمی سے اس کے پانچ شاگردوں نے روایت کیا، ان میں نہ حج کا ذکر ہے اور نہ ہی معاویہ رضی اللہ عنہ کا، ترتیب سے میں اس کو بیان کرتا ہوں

شعبة، قال: سمِعتُ سليمانَ التَّيميَّ، قال: سمِعتُ غُنيمَ بن قيس، قال: سألتُ سعدَ بن مالك عن المتعة؟ فقال: فعلناها وهذا يومئذٍ كافِرٌ بالعُرُش (مسند الحارث وابو عوانه و بیهقی)

غُنَیم بن قیس سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے سیدنا سعد بن ابی و قاص رضی اللہ عنہ سے متعہ کے بارے میں سوال کیا؟ تو انہوں نے فرمایا: 'ہم نے یہ کیا تھا، اور یہ اس دن کافر تھا گھروں کا۔

اس حدیث کے ترجمہ کی وضاحت نمبر:5 کے تحت دیکھیں

يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ السَّدُوسِيُّ , حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ , عَنْ غُنَيْمِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: سَأَلْتُ سَعْدًا عَنِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ: «فَعَلْنَاهَا وَهَذَا يَوْمَئِذٍ كَافِرٌ بِالْعَرْشِ (مسند سعد بن ابی وقاص)

يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ، عَنِ التَّيْمِيِّ ، عَنْ غُنَيْمٍ ، سَأَلْتُ سَعْدًا عَنِ الْمُتْعَةِ قَالَ: «فَعَلْنَاهَا وَهَذَا كَافِرٌ بِالْعَرْشِ (غريب الحديث - إبراهيم الحربي)

مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ، عَنْ غُنَيْمِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: سَأَلْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ الْمُتْعَةِ؟ فَقَالَ: «فَعَلْنَاهَا وَهَذَا يَوْمَئِذٍ كَافِرٌ بِالْعُرُشِ، يَعْنِي بُيُوتَ مَكَّةَ (مسلم : 2969)

اس میں یہ اضافہ ہے، یعنی مکہ کے گھروں کا۔

يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي التَّيْمِيَّ، حَدَّثَنِي غُنَيْمٌ، قَالَ: سَأَلْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ عَنِ الْمُتْعَةِ؟ قَالَ: «فَعَلْنَاهَا وَهَذَا كَافِرٌ بِالْعُرُشِ، يَعْنِي مُعَاوِيَةَ(مسند احمد)

اس میں یہ اضافہ ہے، یعنی معاویہ۔

اس آخری متن میں یعنی معاویہ کا ذکر ہے۔ یعنی راوی کی تفسیر میں نے اس کو اس لئے پیش کیا ہے کہ میں اس پر بات کروں بالفرض مان لیا جائے کہ یہ لفظ (وہ اس دن کافر تھا) اس سے معاویہ رضی اللہ عنہ ہی مراد ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس متعہ سے مراد متعۃ النساء عورتوں سے متعہ کرنا ہے مکمل جواب نمبر:3 کے تحت

نمبر:3

یہ حدیث متعۃ النساء کے بارے میں ہے نہ کے متعۃ الحج کے

عورتوں سے متعہ پہلے جائز تھا، پھر بعد میں منسوخ ہو گیا، مگر اس کی منسوخیت کا علم بعض اصحاب اکرام رضوان اللہ اجمعین کو نہیں تھا، جس کی تفصیل یہ ہے۔

امام ابن کثیر نے کہا، اس میں شک ہی نہیں کہ متعہ شروع میں جائز تھا۔ (تفسیر ابن کثیر ج1 ص475)

ابن عبد البر نے کہا، حضرت علی، ابن مسعود، ابن عباس، سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہ سے متعہ کا جواز منقول ہے، مگر بعد میں وہ سب اس سے رجوع کر کے اس کی حرمت کے قائل ہو گئے، اور تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نکاح متعہ حرام ہے، سوائے روافض کے۔ (التمهيد 17/246)

امام ابن حزم نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد سلف میں سے ایک گروہ متعہ کو حلال سمجھتے تھے، ان میں سے بعض صحابہ اکرام اور تابعین بھی ہیں۔ اور ہم نے ان مذکورہ روایات کی پوری تحقیق اپنی اس کتاب میں کر دی ہے جس کا نام 'الایصال' ہے۔ (المحلي 9/120)

عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ عمرے کے لیے آئے تو ہم سب ان کی رہائش گاہ پر ان کی خ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دمت میں حاضر ہوئے، اور لوگوں نے ان سے بہت باتیں پوچھیں پھر متعہ کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا: ہاں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں متعہ کیا ہے۔ (مسلم : 3415)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ہم متعہ کرتے تھے کئی دنوں کے لیے ایک مٹھی کھجور اور آٹا دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہاں تک کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے عمرو بن حریث کے قصہ میں منع کیا۔(مسلم : 3416)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متعہ کی دو قسمیں جائز تھیں۔ میں ان سے منع کرتا ہوں اور ان پر سزا بھی دوں گا۔ ایک عورتوں کا متعہ اور دوسرا متعہ حج۔ (رواہ ابو صالح کاتب اللیث فی نسختہ والطحاوی)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ جائز رکھتے تھے متعہ نساء کو تو انھوں نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ اے ابن عباس! اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس سے خیبر کے دن اور پلے ہوئے گدھوں کے گوشت سے۔ (مسلم : 3434)

ابو نضرہ نے کہا کہ میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے دونوں متعوں (یعنی حج تمتع اور عورتوں کے متعہ) میں اختلاف کیا ہے۔ سو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دونوں متعہ کیے ہیں پھر ان دونوں سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا اس کے بعد ہم نے ان دونوں کو نہیں کیا۔ (مسلم : 3417)

ابو نضرہ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متعہ کرنے کی اجازت دیتے تھے جبکہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اس سے منع فرماتے تھے۔ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے اس کا تذکرہ کیا انھوں نے فرمایا: ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہاں رہتے ہوئے متعہ کیا ہے۔۔۔ (رواہ ابن جریر)

ابن شہاب زہری نے کہا کہ خبر دی مجھ کو عروہ بن زبیر نے کہ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے مکہ میں، یعنی خطبہ پڑھنے کو اور اور کہا: بلاشبہ کچھ لوگ ہیں، اللہ نے ان کے دلوں کو بھی اندھا کر دیا ہے جس طرح ان کی آنکھوں کو اندھا کیا ہے۔ (یہ اشارہ کیا انھوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف کہ وہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے) کہ فتویٰ دیتے ہیں متعہ کے جواز کا اور وہ طعن کرتے تھے ایک شخص پر (یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما) اتنے میں پکارا ان کو ایک شخص نے (یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے) اور کہا کہ تم کم فہم، بے ادب، نادان ہو اور قسم ہے میری جان کی کہ متعہ کیا جاتا تھا امام المتقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں۔ سو سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ تم اپنے کو آزما دیکھو کہ اللہ کی قسم! اگر تم نے متعہ کیا تو بیشک میں تم کو تمہارے ہی پتھروں سے ماروں گا (یعنی جیسے زانی کو مارتے ہیں) ابن شہاب نے کہا کہ خالد بن مہاجر بن سیف اللہ نے مجھے خبر دی کہ میں ایک شخص کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے متعہ کا فتویٰ پوچھا تو انھوں نے حکم دیا متعہ کا، سو ابن ابی عمرہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ذرا ٹھہرو، تو انھوں نے کہا کیوں؟ اللہ کی قسم! میں نے کیا ہے امام المتقین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں۔ تب ابن ابی عمرہ نے کہا

کہ اول اسلام میں جائز تھا اس کے لیے جو نہایت درجہ کا بے قرار ہو جیسے مضطر کو مردہ اور خون اور سور کا گوشت وغیرہ حلال ہے، پھر اللہ پاک نے اپنے دین کو مضبوط کیا اور اس سے منع فرمایا۔ (مسلم : 3429)

مسلم القریٰ کہتے ہیں: "ہم حضرت اسماء بنتِ ابی بکرؓ کے پاس حاضر ہوئے، تو ہم نے ان سے 'متعہ' کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں متعہ کیا تھا۔

(مسند طلیالسی :1742)

جیسے ان اصحاب اکرام رضوان اللہ اجمعین کو متعہ کے منسوخ ہونے کا علم نہیں تھا، ویسے ہی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بھی اس کے منسوخ ہونے کا علم نہیں تھا اور بات کی بہت پہلے متعہ کرنے کی جب امیر معاویہ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

امام ابن کثیر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث کے متعلق جس میں متعۃ الحج کا ذکر تھا فرماتے ہیں،

اور شاید اس حدیث کی اصل متعہ سے ممانعت کے بارے میں ہو، لیکن راوی نے یہ سمجھ لیا کہ اس سے مراد متعۂ حج ہے، حالانکہ در حقیقت اس سے مراد متعۂ نساء ہے۔ (البداية والنهاية ط هجر 7/ 490)

امام مسلم ایک حدیث کے متعلق جس میں متعۃ الحج کا ذکر تھا اس کو پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں،

شعبہ نے اسی اسناد سے یہی مضمون روایت کیا اور عبد الرحمٰن بن مھدی کی روایت میں صرف متعہ کا لفظ ہے اور متعۃ الحج مذکور نہیں اور ابن جعفر کی روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ شعبہ نے کہا کہ مسلم نے کہا: میں نہیں جانتا کہ یہ متعۃ الحج کا ہے یا متعہ عورتوں کا۔ (مسلم :3006)

اس سے معلوم ہوا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی متعۃ النساء کا ذکر تھا، مگر راوی (سلیمان تیمی) نے مطلق متعہ کے الفاظ سے متعۃ الحج سمجھ لیا۔ واللہ اعلم

دوسرا یہ حدیث حجۃ الوداع کے متعلق نہیں ہو سکتی وہ اس لئے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے، جیسا کہ میں نے دلائل سے واضح کیا ہے، الحمد اللہ۔

نمبر:4

مجھ کو کسی اسی صحیح حدیث کا علم نہیں جس میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج تمتع سے منع کیا ہو،

اس سلسلہ میں یہ احادیث پیش کی جاتی ہیں،

محمد بن عبد اللہ بن حارث سے روایت ہے کہ انہوں نے سنا سعد بن ابی وقاس رضی اللہ عنہ اور ضحاک بن قیس سے جس سال معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور وہ دونوں ذکر کر رہے تھے تمتع کا تو ضحاک بن قیس نے کہا کہ تمتع وہی کرے گا جو اللہ کے احکام سے ناواقف ہو سعد نے کہا بری بات کہی تم نے اے بھتیجے میرے۔ ضحاک نے کہا کہ عمر بن خطاب نے منع کیا تمتع سے سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیا اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا۔ (الموطأ امام مالك :60)

شیخ البانی اور شیخ سلیم حلالی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ اس میں محمد بن عبد اللہ بن حارث راوی مجہول ہے۔ مگر اس میں بھی تمتع سے منع امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہیں کیا بلکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔

دوسری حدیث

ابو شیخ ہنائی کہتے ہیں کہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں ایک مرتبہ بیٹھا ہوا تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے؟ انھوں نے جواب دیا جی ہاں! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بھی اس کی گواہی دیتا ہوں، پھر فرمایا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا آپ لوگ جانتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کو سونا پہننے سے منع فرمایا ہے الاّ یہ کہ معمولی سا ہو؟ انھوں نے کہا کہ جی ہاں! فرمایا میں بھی اس کی گواہی دیتا ہوں، پھر فرمایا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کے برتن میں پانی پینے سے منع فرمایا ہے؟ انھوں نے کہا کہ جی ہاں! فرمایا میں بھی اس کی گواہی دیتا ہوں، پھر فرمایا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج اور عمرے کو ایک سفر میں جمع کرنے سے منع فرمایا ہے؟ انھوں نے جواب دیا یہ بات ہم نہیں جانتے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بات بھی ثابت شدہ ہے اور پہلی باتوں کے ساتھ ہے۔

(مسند احمد :16833 ابو داؤد :1749)

اس حدیث کی سند میں قتادہ بن دعامہ کی تدلیس ہے۔

امام ابن حزم نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے۔ (حجة الوداع ص 485)

امام منذری نے کہا، اس حدیث کے بارے میں بہت زیادہ اختلاف کیا گیا ہے۔

(مختصر سنن أبي داود للمنذري تحت حديث)

امام مزی نے کہا، اس کی سندوں میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ (تہذیب الکمال)

امام ابن القیمؒ نے فرمایا، اس حدیث کی سند میں ابو شیخ ایسے ہیں کہ ہمیں ان کی عدالت اور ضبط (حفظ) کا علم نہیں۔ اور اگر بالفرض وہ حافظ بھی ہوتے، تب بھی ان کی یہ حدیث باطل ہونا معلوم ہے، کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے قول اور عمل سے ثابت متواتر روایات کے خلاف ہے۔ (مختصر تهذيب السنن تحت حديث)

امام ابن کثیر نے کہا، اس حدیث کی سند جید (اچھی) ہے، مگر یہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حج تمتع کے بارے بڑی عجیب سمجھی گئی ہے۔ یہ روایت اس صورت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے محفوظ نہیں ہے۔ اور شاید اس حدیث کی اصل متعہ سے ممانعت کے بارے میں ہو، لیکن راوی نے یہ سمجھ لیا کہ اس سے مراد متعۃ حج ہے، حالانکہ در حقیقت اس سے مراد متعۃ نساء ہے۔ (البداية والنهاية ط هجر 7/ 490-491)۔

ابن تیمیہ نے کہا، امیر معاویہ کی اس حدیث کو کسی نے صحیح نہیں کہا اور ائمہ حدیث نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ (المنتقى)

ابن الوزیر نے کہا، اس روایت کی صحت میں کلام ہے کیونکہ اس میں اضطراب ہے۔ یہ سخت منکر ہے۔ اگرچہ اس روایت کی کچھ ضعیف شواہد بھی موجود ہیں،

(العواصم والقواصم في الذب عن سنة أبي القاسم 3/201

تیسری حدیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حج تمتع نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کیا ہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی کیا ہے، یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی کیا ہے یہاں تک کہ ان کا بھی انتقال ہو گیا، سب سے پہلے اس کی ممانعت کرنے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ (مسند احمد:2664)

یہ حدیث بھی صحیح نہیں۔ ان احادیث کی سند و متن محفوظ نہیں ہیں۔

امام ابن عبد البر نے کہا، لیث کی یہ حدیث منکر ہے، جبکہ عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما سے مشہور بات یہ ہے کہ وہ تمتع اور قران کو پسند نہیں کرتے تھے۔ (الاستذکار 4/61)

امام ابن عربی نے کہا، ابو عیسیٰ (ترمذی) نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمتع کیا، اور ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے بھی، اور سب سے پہلے اس سے منع کرنے والے معاویہ تھے، یہ ابن عباسؓ سے مروی ہے؛ لیکن یہ روایت صحیح نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ سب سے پہلے اس سے منع کرنے والے عمر تھے، جیسا کہ ابو عیسیٰ نے ذکر کیا ہے۔ (العارضة 4/38)

اس موضوع پر اور بھی شاہد ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں، جیسا کہ کہا ابن الوزیر نے۔

دوسرا جنہوں نے حج تمتع سے منع کیا تھا ان صحابہ اکرا کے نام یہ ہیں، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، عبد اللہ بن زبیر۔ عمر بن خطاب اور عبد اللہ بن زبیر رضوان اللہ اجمعین کی احادیث میں نے پہلے بیان کر دیں ہیں اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی حدیث یہ ہے۔

عمرو بن مرہ نے سعید بن مسیب سے روایت کی، کہا: (ایک مرتبہ) مقام عسفان پر حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اکٹھے ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حج تمتع سے یا (حج کے مہینوں میں) عمرہ کرنے سے منع فرماتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: آپ اس معاملے میں کیا کرنا چاہتے ہیں جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا اور آپ اس سے منع فرماتے ہیں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آپ اپنی رائے کی بجائے ہمیں ہماری رائے پر چھوڑ دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ (اصرار) دیکھا تو حج وعمرہ دونوں کا تلبیہ پکارنا شروع کر دیا۔ (مسلم :2964 بخاری :1563)

عبد اللہ بن شقیق نے بیان کیا: عثمان رضی اللہ عنہ حج تمتع سے منع فرمایا کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا حکم دیتے تھے۔ (ایک مرتبہ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں کوئی بات کہی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جی بالکل (کیا تھا) لیکن اس وقت ہم خوفزدہ تھے۔ (مسلم :2962)

نمبر:5

اس حدیث کے ترجمہ کی وضاحت

امام أبو عبيد أحمد بن محمد الهروي نے کہا، مکہ کے گھروں کو "عُرُش" اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ لکڑیوں سے بنائے جاتے تھے اور ان پر سایہ کیا جاتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ انہیں "عُروش" بھی کہا جاتا ہے، جس کا واحد "عرش" ہے، جیسے فلس کی جمع فلوس آتی ہے۔ اور جو "عُرُش" کہے، اس کے نزدیک اس کا واحد "عریش" ہے، جیسے قلیب کی جمع قُلُب آتی ہے۔

اور حدیث میں ہے: "ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمتع کیا، جبکہ فلاں شخص اس وقت عرش میں کافر تھا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ مکہ کے عرش میں مقیم تھا، اور عرش سے مراد مکہ کے گھر ہیں۔

اسی معنی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، جب وہ مکہ کے عروش (یعنی اس کے گھروں) کو دیکھتے تو تلبیہ بند کر دیتے تھے۔(الغريبين في القرآن والحديث 4/1251)

قاضی عیاض نے کہا، بعض لوگوں نے کافر بالعرش کو عین پر زبر اور راء پر سکون کے ساتھ پڑھا اور اس سے عرشِ الٰہی مراد لیا، لیکن یہ محض تصحیف (غلط قراءت) ہے۔ (إكمال المعلم بفوائد مسلم 4/299)

امام مازری نے بیان کیا ہے، ان کا قول: اور فلاں شخص عرش پر کافر تھا، یعنی وہ مکہ کے عُرُوش (گھروں) میں مقیم تھا،

أبو العباس ثعلب النحوي متوفی 291ھ نے کہا، اکتفر الرجل "اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص دیہات میں رہائش اختیار کر لے۔"کفور"سے مراد دیہات ہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، رومی تمہیں وہاں سے کَفرًا کَفرًا نکال دیں گے۔ یعنی ایک ایک گاؤں اور ایک ایک بستی سے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں ہے، اہلِ کُفور، اہلِ قبور ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو شہروں اور اہلِ علم کی مجالس سے دور، دور دراز دیہات اور بستیوں میں رہتے ہیں۔ (المعلم بفوائد مسلم :488)

ثعلب نے ابن الاعرابی ت 150ھ سے نقل کیا ہے کہ: "اِکْتَفَرَ فلاں "اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص "کُفور" دیہات، چھوٹی بستیاں یا آبادیوں) میں جا کر مقیم ہو جائے اور ان سے وابستہ ہو جائے۔ (تهذيب اللغة الأزهري 10/115)

امام ابو داود نے فرمایا: العَرش ایک جگہ (مقام) کا نام ہے۔ (مستخرج علی مسلم ابو عوانہ :3368)

اب اس کا ترجمہ یہ ہوا

غُنَیم بن قیس سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے متعہ کے بارے میں سوال کیا؟ تو انہوں نے فرمایا: 'ہم نے یہ کیا تھا، اور یہ اس دن سائبانوں والے گھروں میں رہتا تھا۔ (مسلم :2969)

یا پھر

اور یہ اس دن دیہات کے سائبانوں والے گھروں میں رہتا تھا۔ یا پھر۔ اور یہ اس دن کافر (انکار کرنے والا) تھا گھروں کا (لکڑیوں یا کھجور کے پتوں سے بنے ہوئے عارضی گھر یا جھونپڑیاں) کا

صحیح مسلم جو دار السلام والوں کے ہے اس میں اس کا ترجمہ یہ ہے

مروان بن معاویہ نے کہا: ہمیں سلیمان تیمی نے غنیم بن قیس سے خبر دی، انھوں نے کہا: میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حج تمتع کے بارے استفسار کیا۔ انھوں نے کہا ہم نے حج تمتع کیا تھا۔ اور یہ (معاویہ رضی اللہ عنہ) ان دنوں سائبانوں (والے گھروں) میں خود کو ڈھانپے ہوئے (مقیم) تھے، یعنی مکہ کے گھروں میں۔ (مسلم :2969)

ایک ترجمہ اس کا یہ بھی کیا گیا ہے،

غُنَیم بن قیس سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حج تمتع کے بارے میں سوال کیا؟ تو انہوں نے فرمایا: "ہم نے یہ کیا تھا، اور یہ اس دن سائبانوں والے گھروں میں رہتا تھا۔ (مسند سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، ترجمہ حافظ محمد فہد)

نمبر:6

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ یہ متعۃ الحج ہی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی مراد ہجرت سے پہلے کی ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے کئی حج کیئے ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے۔

مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر بیان کرتے ہیں کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے ایک دن مجھ سے فرمایا، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو مرتبہ حج تمتع کیا۔ پھر ایک شخص نے اپنے رائے و اجتہاد سے اس کے بارے میں جو چاہا کہا۔ (مستخرج علی صحیح مسلم ابو عوانۃ :3371 ومستخرج ابو نعیم:2849)

ابو نعیم نے کہا، یہ حدیث صحیح ہے ثابت ہے۔(حلية الأولياء2/355)

ابو بکر بن حسین المراغی نے کہا، یہ حدیث صحیح ہے۔ (الأربعون من عوالي المجيزين :47)

حضرت عباس (رض) سے روایت ہے کہ مشرکین کہا کرتے تھے، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: "تمہاری بربادی! بس کرو بس کرو (یہیں پر رک جاؤ) مگر وہ آگے کہتے، إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ، تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ، مگر ایک ہے شریک جو تمہارا ہے تم اس کے مالک ہو، وہ مالک نہیں وہ لوگ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے یہی کہتے تھے۔(مسلم :2815)

حضرت جابر بن عبد اللہ (رض) سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین حج کئے دو ہجرت سے پہلے اور ایک ہجرت کے بعد جس کے ساتھ عمرہ بھی کیا، اس حج میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قربانی کے لیے اپنے ساتھ تریسٹھ اور باقی اونٹ حضرت علی (رض) یمن سے ساتھ لے کر آئے، ان میں سے ایک اونٹ ابو جہل کا بھی تھا جس کے ناک میں چاندی کا چھلہ تھا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انھیں ذبح کیا اور ہر اونٹ میں سے گوشت کا ایک ایک ٹکڑا اکٹھا کرنے کا حکم دیا پھر اسے پکایا گیا اور اس کے بعد آپ نے اس کا کچھ شوربہ پیا۔
(ترمذی :815 صحیح ابن خزیمہ :3056)

شیخ البانی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو معلول کہا۔

اس بارے علماء اکرم کے اقوال

سفیان ثوری نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے ہجرت سے پہلے بہت حج کئے۔(مستدک للحاکم :4382)

امام مجاہد سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: 'رسول اللہ ﷺ نے تین حج کیے؛ دو حج مکہ میں ہجرت سے پہلے، اور ایک حجۃ الوداع۔ (سنن کبری بی ھقی :8710)

ابن حزم نے بیان کیا کہ آپ ﷺ ہجرت سے قبل نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد متعدد حج کئے، مگر اس کی مقدار معلوم نہیں۔ (شرح مناسک: ١٩)

امام قرطبی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرضیت حج سے پہلے بھی حج کیا ہے۔

ابن جوزی نے یہ لکھا ہے کہ نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد آنحضرت ﷺ نے بہت سے حج کئے جن کی صحیح تعداد کا کوئی علم نہیں ہے۔ (منیر العزم الساکن)

علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ، ہجرت سے پہلے رسول اللہ ﷺ ہر سال حج کیا کرتے تھے۔ (سبل الھدی والرشاد 8/444)

امام ابن کثیر نے کہا، رسول اللہ ﷺ بعثت کے بعد حج کے موسموں میں تشریف لے جاتے تھے، لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے تھے، اور فرماتے تھے۔ کون ایسا شخص ہے جو مجھے پناہ دے تا کہ میں اپنے رب کا کلام لوگوں تک پہنچا سکوں؟ کیونکہ قریش نے مجھے اپنے رب عزو جل کا پیغام پہنچانے سے روک رکھا ہے۔

یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کی ایک جماعت کو آپ ﷺ کے لیے مقرر فرما دیا۔ وہ تین مسلسل سالوں تک لیلۃ العقبہ میں، یعنی یوم النحر کی شام کو جمرۂ عقبہ کے پاس، آپ ﷺ سے ملاقات کرتے رہے۔ پھر آخری سال میں انہوں نے آپ ﷺ سے دوسری بیعتِ عقبہ کی رات بیعت کی، اور یہ ان کی آپ

ﷺ کے ساتھ تیسری ملاقات تھی۔ اس کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت واقع ہوئی، جیسا کہ ہم اس کی تفصیل اپنے مقام پر پہلے بیان کر چکے ہیں۔ واللہ أعلم۔ (البداية والنهاية ط هجر 7/408)

حافظ ابن حجر نے کہا، آپ ﷺ نے ہجرت سے پہلے کئی مرتبہ حج کیا۔ بلکہ جس بات میں مجھے کوئی شک نہیں، وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مکہ میں قیام کے دوران کبھی حج ترک نہیں کیا؛ کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں قریش حج کو نہیں چھوڑتے تھے، البتہ ان میں سے وہی شخص حج سے پیچھے رہ جاتا تھا جو مکہ میں موجود نہ ہوتا یا کسی کمزوری و عذر کی وجہ سے رک جاتا۔ جب وہ لوگ، باوجود اس کے کہ وہ صحیح دین پر نہیں تھے، حج کے قیام پر اس قدر حریص تھے اور اسے اپنے ان امتیازات اور فخر کی باتوں میں شمار کرتے تھے جن کی وجہ سے وہ دوسرے عربوں پر برتری رکھتے تھے، تو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ گمان کیسے کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ حج کو ترک کرتے ہوں؟

اور جبیر بن مطعمؓ کی حدیث سے ثابت ہے کہ انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں آپ ﷺ کو عرفات میں وقوف کرتے ہوئے دیکھا تھا، اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کے لیے توفیق تھی۔ نیز یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ مسلسل تین سال تک منیٰ میں عرب قبائل کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، جیسا کہ میں نے ہجرتِ مدینہ کے بیان میں اس کی تفصیل ذکر کی ہے۔ (فتح الباری 8/107)

علامہ انور شاہ کشمیری نے کہا، اور میرے نزدیک اصل اشکال کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہو۔ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ ہجرت سے پہلے بھی حج فرمایا کرتے تھے۔ پھر میں نے اس وقت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمر کا تتبع کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اس وقت سولہ یا بائیس سال کے تھے۔ (فیض الباری 3/265)

ان مختلف اقوال سے اتنا ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ ہجرت سے پہلے آنحضرت ﷺ نے کئی حج کئے ہیں لیکن ان کی صحیح تعداد محفوظ نہیں ہے۔

دوسرا یہ کہ یا پھر ہجرت کے بعد 3ھ سے پہلے کی بات ہے،

حضرت ابوہریرہ (رض) سے روایت ہے، کہ حجۃ الوداع سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر (رض) کو ایک سال امیر حج بنایا۔ انھوں نے مجھے دسویں ذوالحجہ چند آدمیوں کے ہمراہ لوگوں میں یہ منادی کرنے کے لیے بھیجا کہ اس سال کے بعد نہ کوئی مشرک حج کرے اور نہ کوئی برہنہ شخص کعبہ کا طواف کرے۔ (بخاری :1622)

ابن جریج کہتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے سال طائف کی طرف روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے مکہ پر ہبیرہ بن شبل بن العجلان ثقفی کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ پھر جب آپ ﷺ طائف سے واپس تشریف لائے اور مدینہ کی طرف روانہ ہونے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ کا عامل اور آٹھویں ہجری کے حج پر امیر مقرر فرمایا۔ (طبقات ابن سعد 2/135)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ اکرام حجۃ الوداع سے پہلے بھی حج کرتے رہے ہیں، تو یہ بعید نہیں کہ سعد بن ابی وقاص رض نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے 3ھ سے پہلے حج کیا ہو۔

تیسرا یہ کہ بالفرض اگر مان لیا جائے کہ رسول اللہ نے بعثت کی ساری زندگی صرف ایک ہی حج کیا ہے حجۃ الوداع، تو اس کا جواب یہ کہ متعہ کا اطلاق حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔

امام ابن کثیر نے کہا، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے متعلق تمام روایات اس باب سے ہیں کہ لفظ "تمتع" کو اس کے خاص معنی (یعنی عمرہ کا احرام باندھ کر اس سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنا) سے زیادہ عام معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، جس میں قران بھی شامل ہے۔ بلکہ سعدؓ کے کلام سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ "تمتع" کا اطلاق اشہر حج میں عمرہ ادا کرنے پر بھی کیا جاتا ہے۔ (البداية والنهاية ط هجر 7/457)

اور دوسری جگہ فرمایا

اور جن لوگوں نے ایک روایت میں تمتع کا ذکر کیا ہے، پھر دوسری روایت میں قران کا ذکر کیا ہے، تو اس کا جواب ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سلف کے کلام میں لفظ 'تمتع'، تمتعِ خاص اور قران دونوں سے زیادہ عام معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ بلکہ وہ اس لفظ کا اطلاق اشہر حج میں عمرہ ادا کرنے پر بھی کرتے تھے، اگرچہ اس کے ساتھ حج نہ ہو، جیسا کہ حدیث سعد بن ابی وقاص میں ہے۔(البداية والنهاية ط هجر 7/488)

امام ابن تیمیہ نے کہا، اور غالب گمان، واللہ اعلم، یہ ہے کہ سعدؓ کی مراد عمومی طور پر حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا تھی، اور خاص طور پر عمرۂ قضاء مراد تھا؛ کیونکہ حجۃ الوداع کے وقت معاویہ مسلمان تھے، اس وقت مکہ میں کافر نہیں تھے۔ (شرح عمدة الفقه 4/315)

قاضی عیاض نے کہا، یہاں متعہ سے مراد حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا ہے۔(اکمال المعلم 4/299)

امام ابن عبد البر فرماتے ہیں، سعدؓ کا یہ قول: 'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کیا، اور ہم نے بھی ان کے ساتھ کیا' اس میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا (یعنی حج تمتع ادا کیا)، کیونکہ عائشہؓ اور جابرؓ

کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجِ افراد کیا، جبکہ انسؓ، ابن عباسؓ اور ایک جماعت کا قول ہے کہ نبی ﷺ نے قِران کیا، اور انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو عمرہ اور حج دونوں کی ایک ساتھ تلبیہ کہتے سنا، اور نبی ﷺ نے فرمایا: 'عمرہ، حج میں شامل ہو گئی ہے قیامت کے دن تک۔(التمہید 8/360)

امام نووی نے کہا، اور یہاں "متعہ" سے مراد وہ عمرہ ہے جو ہجرت کے ساتویں سال ہوا تھا، یعنی عمرۂ قضاء۔(شرح مسلم)

زمانہ جاہلیت میں لوگ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو گناہ سمجھتے تھے۔ اسلام نے اس کا خاتمہ کیا، چنانچہ حج کے مہینوں میں صرف عمرہ کر کے لوٹ جانے کو بھی یہاں "تمتع" کے وسیع مفہوم میں شامل کیا گیا ہے۔

اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رض نے جو یہ کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ کے ساتھ کیا تھا اس کا جواب نمبر:7 کے تحت

نمبر:7

سیدنا سعد بن ابی وقاص رض نے کہا ہے کہ، میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج تمتع کیا تھا۔ اس کا کیا مطلب ہے۔

امام دانی نے کہا

سعد بن ابی وقاصؓ اور دیگر صحابہ کا یہ قول: "رسول اللہ ﷺ نے تمتع کیا اور ہم نے بھی ان کے ساتھ تمتع کیا"، ویسا ہی ہے جیسے حضرت عمرؓ کا یہ قول: "رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور ہم نے بھی ان کے بعد رجم کیا"، اور جیسے ان کا یہ قول: "رسول اللہ ﷺ نے کسریٰ اور قیصر کو خط لکھا"۔۔۔اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان باتوں کا حکم دیا۔

اور حضرت عثمانؓ حجِ تمتع سے منع کرتے تھے، تو حضرت علیؓ نے ان سے کہا: "کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو تمتع کرتے ہوئے نہیں سنا؟ حضرت عثمانؓ نے کہا: کیوں نہیں۔ یہ روایت نسائی نے نقل کی ہے۔

اور تمتع کا فعل (یعنی احرام کھولنا اور دوبارہ باندھنا) ایسا ہے جو دیکھا جاتا ہے، نہ کہ سنا، کیونکہ یہ "احلال" ہے (احرام کھولنا)، اور سنی جانے والی چیز دراصل اس کا حکم دینا ہے۔

اور ابن عمرؓ سے جب حج تمتع کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: "یہ احلال ہے۔ تو سائل نے کہا: آپ کے والد (عمر بن خطابؓ) نے تو اسے منع کیا تھا۔ تو ابن عمرؓ نے جواب دیا: "اگر میرے والد نے اسے منع کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اسے کیا ہو، تو کیا میرے والد کا حکم مانا جائے گا یا رسول اللہ ﷺ کا؟ سائل نے کہا: "بلکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم۔ ابن عمرؓ نے فرمایا: "تو رسول اللہ ﷺ نے یہ عمل کیا تھا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ ان (ابنِ عمر) کے نزدیک 'صُنْع' (عمل کرنے) سے مراد 'امر' (حکم دینا) ہے۔

(الإيماء إلى أطراف الموطأ 3/81)

نمبر:8

عزوہ تبوک میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شمولیت جو کہ 9ھ کو ہوا تھا، اور یہ حدیث اس کے بھی خلاف ہے۔

میں ہر قل کا خط لے کر روانہ ہوا اور تبوک پہنچا، نبی ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان پانی کے قریبی علاقے میں اپنی ٹانگوں کے گرد ہاتھوں سے حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے، میں نے لوگوں سے پوچھا کہ تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟ انھوں نے مجھے اشارہ سے بتادیا، میں چلتا ہوا آیا اور نبی ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا، انھیں خط پکڑایا جسے انھوں نے اپنی گود میں رکھ لی اور مجھ سے پوچھا کہ تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟ میں نے کہا کہ میں ایک تنوخی آدمی ہوں، نبی ﷺ نے پوچھا کہ تمہیں ملت حنیفیہ اسلام جو تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے میں کوئی رغبت محسوس ہوتی ہے؟ میں نے کہا میں ایک قوم کا قاصد ہوں اور ایک قوم کے دین پر ہوں، میں جب تک ان کے پاس لوٹ نہ جاؤں اس دین سے برگشتہ نہیں ہو سکتا، اس پر نبی ﷺ مسکرا کر یہ آیت پڑھنے لگے کہ، جسے آپ چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے، البتہ اللہ جسے چاہتا ہے، ہدایت دے دیتا ہے اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو زیادہ جانتا ہے۔ اے تنوخی بھائی! میں نے ایک خط کسری کی طرف لکھا تھا، اس نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، اللہ اسے اور اس کی حکومت کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا، میں نے نجاشی کی طرف بھی خط لکھا تھا، اس نے اسے پھاڑ دیا، اللہ اسے اور اس کی حکومت کو توڑ پھوڑ دے گا، میں نے تمہارے بادشاہ کو بھی خط لکھا لیکن اس نے اسے محفوظ کر لیا، لہٰذا جب تک زندگی میں کوئی خیر رہے گی، لوگوں پر اس کا رعب و دبدبہ باقی رہے گا، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ تین میں سے پہلی بات ہے جس کی مجھے بادشاہ نے وصیت کی تھی، چنانچہ میں اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور اس سے اپنی تلوار کی جلد پر یہ بات لکھ لی۔ پھر نبی ﷺ نے وہ خط اپنی بائیں جانب بیٹھے ہوئے ایک آدمی کو دے دیا، میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ خط پڑھنے والے صاحب کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں، بہر حال! ہمارے بادشاہ کے خط

میں لکھا ہوا تھا کہ آپ مجھے اس جنت کی دعوت دیتے ہیں جس کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے جو متقیوں کے لیے تیار کی گئی ہے، تو جہنم کہاں ہے؟

(مسند احمد :15653 – ابن عساکر فی تاریخ دمشق بہذا الاسناد (418 – 420/ 1)

امام بن کثیر نے کہا، یہ حدیث غریب ہے، اور اس کی سند میں کوئی حرج نہیں۔ (البدایہ 5/14)

محمد بن یوسف شامی نے کہا، اس کی سند حسن ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔(سبل الهدى و الرشاد)

امام الهيثمي نے کہا، اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔(مجمع الزوائد)

امام بوصیری نے کہا، اس کی سند صحیح ہے۔ (الاتحاف)

عبد القادر بن حبيب الله السندي نے کہا، میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند جید (اچھی) ہے۔ البتہ اس روایت میں جو یہ الفاظ آئے ہیں کہ میں نے نجاشی کو ایک تحریر (صحیفہ) لکھی تو اس نے اسے پھاڑ دیا۔ میں کہتا ہوں: ممکن ہے یہ واقعہ ابتدائی دور میں پیش آیا ہو، پھر بعد میں نجاشی اسلام لے آئے ہوں۔ یا پھر یہ اضافہ (زیادہ الفاظ) شاذ ہو۔ واللہ أعلم(تحقيق روايات غزوة تبوك)

محمد أبو زهرة نے کہا، امام احمد اس حدیث کی روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ یہ ان ضعیف احادیث میں شمار نہیں کی گئی جو مسند میں گنی گئی ہیں۔ چونکہ اس خبر میں کوئی طعن نہیں ہے، اور ثقات کی خبریں قبول کی جاتی ہیں کیونکہ ثقہ راوی کی خبر کا اصل یہ ہے کہ وہ سچی ہوتی ہے، (خاتم النبيين)

نمبر:9

یہ دلیل ان سب کے بھی خلاف ہے جو کہتے ہیں کہ فتح مکہ پر اسلام لائے۔

نمبر:10

اور ان کے بھی خلاف ہے جو دلائل، ہم نے دیے۔**تلک عشرۃ الکامہ**

آخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں یہ سب کام اللہ تعالی کی توفیق سے ہوا ہے اگر اس میں کوئی غلطی ہے تو وہ میری طرف سے ہے۔یہ سب کچھ تھا مسلم کی عاشوراء والی حدیث کی صحت کے متعلق اس متعلق احادیث اور بھی ہیں، جو کہ اس سے بھی زیادہ کمزور ہیں ان احادیث پر اور اس حدیث کا صحیح مفہوم کیا ہے اس کے متعلق اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو میں اس کو حصہ دوم میں ذکر کروں گا، ان شاء اللہ

پھر اس کے بعد کتاب جو کہ زرے ترتیب ہے، تحقیق کیا بخاری و مسلم کی سب احادیث صحیح ہیں اور ان کی صحت پر اجماع کے دعوی کی حقیقت-ان شاء اللہ

ابو خبیب امیر حمزہ بن عبد الحق شاھدروی آف لاہور۔

بتاریخ4 محرم الحرام1448ھ بمطابق20جون2026ء

واٹس ایپ نمبر:03464425370

ادارہ تحقیقاتِ کتاب و سنت(ITKS)